ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

فروری 2021ء - رجب المرجب 1443ھ

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 02 | فروری 2022ء | جلد 30

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ہرچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	حمد و نعت	رفیع الدین ذکی قریشی / اکبر الہ آبادی	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	8
4	درس حدیث	مفتی محمد صدیق ہزاروی	14
5	اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب	مفتی غلام رسول	15
6	سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بچپن	ذیشان کلیم معصومی	19
7	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	21
8	منقبتِ شیر خدا رضی اللہ عنہ	سید فیض الحسن شاہ	22
9	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب	شیخ فرید الدن عطار	23
10	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب	شیخ فرید الدین عطار	25
11	سید محمد دیدار علی شاہ الوری	محمد عبد الحکیم شرف قادری	27
12	ہدیۂ حروف	سید ریاض حسین شاہ	28
13	صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن	ماسٹر احسان الٰہی	29
14	فہم ترمذی	حسنات احمد مرتضیٰ	33
15	اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی	آصف بلال آصف	37
16	یادیں اور باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	39

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف
- شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
450/= روپے

بیرون ملک سالانہ
150 ڈالر، 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید، راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

حمد باری تعالیٰ

یا رب ! وہ مرا دامنِ تر دھوتا گیا تھا
جو اشکِ ندامت کہ حضوری میں بہا تھا

دیدارِ حرم کر کے سکوں اس کو ملا تھا
میرے دل مضطر پہ اثر یہ بھی ہوا تھا

کعبے میں پہنچتے ہی مجھے ایسا لگا تھا
ہر زخمِ دل و روح مرا رُوبہ شفا تھا

کعبے میں خدایا ! ہیں ترے رعب و جلالت
میں دیکھ نہ سکتا تھا مگر دیکھ رہا تھا

پہنچا جوئیں لغزیدہ قدم کعبے میں یا رب !
تو نے ہی بہر گام کرم مجھ پہ کیا تھا

یا رب ! ترے محبوب پہ ہو جاؤں میں قرباں
اُمت کی جو بخشش کو سدا رویا کیا تھا

دس بار کرم تو نے کیا مجھ پہ خدایا!
اک بار ہی تو صلِ علی میں نے پڑھا تھا

دنیا نے جو بخشے تھے ذکی ! زخم ہزاروں
کعبے میں پہنچتے ہی وہ ہر زخم بھرا تھا

رفیع الدین ذکی قریشی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

قدموں میں مصطفیٰ کے میرا مزار ہوتا
وہ خاکِ پاک ہوتی اور میں خاکسار ہوتا

قدموں میں تیرے گرتا گلیوں میں تیری پھرتا
کبھی جاں نثار ہوتی کبھی اشکبار ہوتا

مولا میرے مجھے تم روضہ پہ گر بلاتے
کیوں زار زار روتا کیوں بے قرار ہوتا

غفار بخش دیتا گر تم اشارہ کرتے
میرا جہازِ عصیاں طوفان کے پار ہوتا

مولا میری خبر لو گمراہ ہو چلا ہوں
کچھ اپنی زندگی کا نہیں اعتبار ہوتا

یہ بھلا ہوا کہ تو نے مجھے بخشوایا ورنہ
میری برائیوں کا کیوں کر شمار ہوتا

ہے جان لب پہ اکبر تیرے در سے
تیرا مزار ہوتا یہ جاں نثار ہوتا

حضرت اکبر الٰہ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوبصورت زندگی کے رہنما اصول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ سے یقین اور معافات کی دعا مانگو اس لیے کہ یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی دوسری چیز نہیں جو کسی کو عطا ہو''۔

اس وقت مسلمان جن احوال سے دوچار ہیں: عالمی، جماعتی اور انفرادی بے چینیوں نے افراتفری مچا رکھی ہے۔ اسلام نے جس توازن، اعتدال، حسن حکمت اور جہد مسلسل کے ساتھ اپنا تفرد اور امتیاز قائم کیا تھا، اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی ناعاقبت اندیشیوں نے اس کار رفعیہ کو تار عنکبوت کی طرح کمزور کر دیا ہے۔ ہماری قوم یقیناً عافیت کی منزل تک یقین اور اسوۂ حسنہ کی دولت حاصل کر کے پہنچ سکتی ہے۔

ایک مسلمان کی زندگی کا لائحہ عمل کیا ہو سکتا ہے۔ اسے کن اصولوں کی روشنی میں زندگی گزارنی چاہیے۔ اسے اپنی قوت نظری اور قوت عملی کی تربیت کے لیے کن مراحل سے گزرنا چاہیے۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور انور

ﷺ سے ایک چالیس نکاتی منہاج نقل کیا ہے۔ ہم سب کو خلوص دل سے ان چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو اِن چالیس باتوں کو یاد کرلے وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا''۔

آپ ﷺ نے حفاظت کا لفظ استعمال فرمایا، ظاہر ہے ''حفاظت'' دل میں اتار کر بھی کی جاتی ہے اور ''عمل'' میں رچاؤ کے ساتھ بھی اس کی محافظت روحانی اعتبار سے زیادہ ممکن ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ کہ تُو اللہ پر ایمان لائے''۔

ایمان اقرار بھی ہے اور تصدیق بھی۔ اللہ کے نام کے ساتھ نیتوں کے رخ پلٹے جاسکتے ہیں۔ قلب ونظر میں ایمان کی حرارت کے ساتھ ہفت اقلیم میں انقلاب بپا کیے جاسکتے ہیں۔ کلمۂ توحید کے نور کے ساتھ زندگی کے تڑاقوں اور جلاپوں کو جنت کی بہاروں کے ساتھ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے من کو نور ایمان سے غسل دے کر عرب و عجم میں اللہ کا نام پکاریں تاکہ زمین کے چپہ چپہ میں نام خدا کی گونج پڑ جائے۔

''اور آخرت کے دن پر''۔

قرآن حکیم موت کے بعد ایک دوسری زندگی کا واضح تصور دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی اسی فکر کے پرچم بردار رہے۔ عقل اور منطق بھی یہی کہتی ہے۔ بھلے لوگوں کی نیکیاں کیسے رائیگاں جاسکتی ہیں۔ ان کے لیے ایک دارالجزا ہونا چاہیے اور عقل خود اس نظام عدل کا راستہ بتاتی ہے جہاں جرائم پر باز پرس ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے دوسرے گھر کی تیاری کا خوبصورت لائحہ عمل دیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اگر قیامت کی گھڑی آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کسی پودے کی قلم ہو اور اسے اتنا وقت میسر آجائے کہ وہ اسے زمین میں لگا سکے تو اسے ضرور لگا دے کیونکہ اسے اس بھلے کام کا اجر بھی ملے گا''۔

آخرت پر ایمان کی روح آخرت کے لیے تیاری ہے۔

''اور فرشتوں پر''۔

کائنات میں صرف وہی کچھ نہیں جو آپ کو نظر آتا ہے بلکہ زیادہ وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اگر پیغمبر کی زبان پر یقین وتسلیم سے نظر نہ آنے والے اور زمان ومکاں میں نہ سمانے والے الٰہ کو مان لیا تو فرشتوں پر ایمان کتنا کچھ مشکل ہے۔ یہ بات بھی ایمانیات کا اعظم حصہ ہے۔

''اور کتابوں پر''۔

کتابوں پر ایمان سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں۔ مسلمان کی فکری اور عملی تربیت میں حسد نام کی کوئی چیز نہیں، وہ جیسے قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتا ہے تمام آسمانی کتابوں پر اس کا ایمان ہوتا ہے، البتہ مسلمان ''قرآن حکیم'' کو مصدق اور ناسخ شرائع جانتا ہے۔ فکری ارتقا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آخر میں نازل ہونے والی کتاب کا قطعی اور واشگاف ہونا مانا جائے۔

''اور تمام انبیاء پر''۔

انسان ہر دم محتاج ہے کہ اس کے روحانی اور مادی مسائل کے حل کے لیے اسے کوئی کامل قائد اور رہبر میسر آئے۔ خالق کائنات نے انسان کی اسی ضرورت کو انبیاء علیہم السلام کی صورت میں پورا کیا ہے۔ ان پر ایمان اسلامی زندگی کا اولین تقاضا ہے۔ امام الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں اور اب ساری کائنات کے لیے اسوۂ حسنہ حضرت محمد ﷺ کی ذات میں ہے۔

''اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر''۔

دنیا بڑی دلکش ہے لیکن اس سے دل لگانا حماقت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دنیا ہماری فانی ہے، احوال ہمارے مستعار ہیں، سانسیں ہماری گنی چنی ہیں اور سستیاں ہماری موجود ہیں''۔

گویا آپ نے آنے والی زندگی کا احساس دلایا اور مومنوں کی سوچ بس یہی ہے کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

''اور تقدیر پر ایمان کہ برا بھلا سب اللہ کی طرف سے ہے''۔

حضور انور ﷺ نے قضا و قدر میں بحث سے منع فرمایا اس کی حقیقت پر ایمان، ہی اسلام کی اصل ہے۔ انسان کو اپنی عقل کا معدہ اتنا ہی وسیع رکھنا چاہیے جتنا نقاش فطرت نے تخلیق فرمایا ہے۔

''اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔

اسلام ایک دائمی تحریک ہے۔ شخصیات میں حسن فکر اور حسن عمل کے سوتے رواں کرنے کے لیے اس دین قویم نے جو بنیاد دی ہے وہ اللہ وحدہ لاشریک کو معبود ماننا ہے اور محمد ﷺ کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کرنا ہے۔ کتنی بدبختگیاں ہیں کہ آج ہم معاشرت کے معیار مغرب میں تلاش کر رہے ہیں حالانکہ نور کا ہر جلوہ، رحمت کا ہر رنگ، کمالیت کا ہر زاویہ اور جامعیت کا ہر انداز اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا ہے، انہی کے ساتھ وابستگی ہماری فلاح کی ضامن ہے۔

''اور یہ کہ تُو نماز قائم کرے کامل وضو کے ساتھ ہر نماز کے لیے''۔

اسلام ایسا شجر شاداب ہے جس کے ساتھ لگنے والا ہر پھل میٹھا ہے۔ دین مبین اگرچہ انسانوں کے تمام اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے کرنے کا داعی ہے لیکن سب سے زیادہ زور اسلام نماز کے قیام پر دیتا ہے۔ پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی اللہ کی عبادت بھی ہے اور تربیت کا اعلیٰ منہاج بھی ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ہمیں نماز قائم کرنی چاہیے۔

''اور یہ کہ تو زکوٰۃ ادا کرے''۔

اچھی معاشرت اعلیٰ اقدار کے ساتھ نشوونما پاتی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے''۔

اسلام کی تعریف اخلاقی قدروں کے فروغ کے بغیر ممکن نہیں۔اس نے اہل ثروت مسلمانوں کے دل میں غرباء اور مساکین کے لیے دھڑکنیں تیز کی ہیں۔ اسلام واحد دین ہے جس نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی فریضۂ دینی قرار دیا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے خود غرضیاں ختم ہو سکتی ہیں اور معاشرہ مستحکم ہو سکتا ہے۔ ہر مسلمان کو اس فریضہ کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔

''اور رمضان کے روزے رکھے''۔

قرآن مجید نے مسلمان کی روحانی ،معاشرتی اور عملی تربیت کے لیے جو نصاب دیا ہے اس میں رمضان المبارک میں روزوں کی پابندی بھی ہے۔ روزے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا اس کی دی ہوئی نعمتوں پر عملی تشکر ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا عملی اعلان ہے جس سے روح میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ روزہ مسلمانوں میں دوسروں کے مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور نفس پر گرفت مضبوط کرتا ہے۔

''اور اگر تیرے پاس مال ہے تو حج کر، روزانہ بارہ رکعتیں ادا کر، وتر کسی رات میں نہ چھوڑ، اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ جان، اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر، یتیم کا مال ظلم سے ہڑپ نہ کر، شراب نہ پی، بدکاری نہ کر، اللہ کے نام پر جھوٹی قسمیں مت کھا، جھوٹی گواہی نہ دے ،نفسانی خواہش پر عمل نہ کر، مسلمان بھائی کی غیبت نہ کر، کسی باعفت وجود پر تہمت نہ لگا، اپنے مسلمان بھائی کو دھوکہ نہ دے، لہوولعب میں مشغول نہ ہو، تماشہ بین لوگوں میں گھل مل کر غافل نہ ہو، کسی چھوٹے قد کے آدمی کو ٹھگنا مت کہہ، کسی کا مذاق مت اڑا، مسلمان بھائیوں میں چغل خوری نہ کر، اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کر، مصیبت اور امتحان میں صبر کر، اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ ہو، رشتہ داروں سے قطع نہ کر، ان سے صلہ رحمی کر، مخلوق میں سے کسی پر لعنت نہ کر، سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کر، جمعہ اور عیدین میں حاضری نہ چھوڑ، اس بات کا یقین رکھ کہ جو تکلیف

اور راحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا''۔

چالیسویں چیز حضور ﷺ نے فرمائی:

''اور قرآن مجید کی تلاوت کسی حالت میں بھی ترک نہ کر''۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ جو یہ چالیس باتیں یاد کرے اس کا ثواب کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا حشر انبیاء اور علماء کے ساتھ فرمائے گا''۔

اے اللہ!

حضور ﷺ کی باتوں کا نور مسلمانوں کی زندگی میں غالب فرما دے۔

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ آل عمران کی آیت نمبر 64اور 73 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا
لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ
حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى
النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اٰمِنُوْا بِالَّذِىْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ
وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا
لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ
يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ
رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

''فرما دیجئے! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کے ساتھ ذرہ برابر کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے بعض بعضوں کو اللہ کے سوا ربّ نہ بنالیں پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو گواہ رہنا ہم سب مسلمان ہیں اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے معاملہ میں کس لئے جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل نازل ہی اُن کے بعد کی گئی، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑ چکے ہو اُن باتوں میں جن کے بارے میں تمہیں بہت کچھ معلوم تھا تو وہ چیزیں جن کے بارے میں تمہیں کچھ پتہ ہی نہیں کیوں جھگڑنے لگے ہو اور اللہ خوب جانتا ہے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ ہر باطل سے دور روئے نیاز جھکانے والے تھے اور آپ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے بے شک لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ اُونچی شان والے نبی اور وہ جو ایمان لائے اور مومنوں کا مددگار دوست اللہ ہی ہے اہل کتاب میں سے ایک گروہ کا دل چاہتا ہے کہ تمہیں راہِ راست سے بھٹکا دیں حالانکہ وہ بھٹکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ ہی کو اور وہ سوچتے سمجھتے نہیں ہیں اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملا رہے ہو اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ حقیقی بات سے تم خود واقف ہو اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا ایمان لے آؤ اُس پر جو ایمان والوں پر اُتارا گیا صبح کے وقت اور منکر ہو جاؤ دن کے پچھلے حصے میں شاید مسلمان اس طرح برگشتہ ہو جائیں اور نہ یقین کرو سوائے اس شخص کے جو تابعداری کرتا ہے تمہارے دین کی فرمایئے! بے شک جو اللہ کی ہدایت ہے وہی ہدایت ہے اور جو تمہیں دیا گیا ہے اُس کی مثل کسی کو بھی نہیں دیا جا سکتا یا یہ کہ تمہارے ربّ کے پاس کوئی تمہارے خلاف حجت لا سکتا ہے فرما دو فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ وسعت نواز خوب جاننے والا ہے''۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

”فرما دیجئے! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کے ساتھ ذرہ برابر کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے بعض بعضوں کو اللہ کے سوا ربّ نہ بنالیں پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو گواہ رہنا ہم سب مسلمان ہیں“۔

یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ سے مراد

علامہ فخر الدین رازی نے لکھا کہ اس سے مراد مدینہ کے یہود ہیں۔ اس کی تفصیل بھی بعض مفسرین نے لکھی کہ ابو رافع، حیی ابن خطب اور کعب بن اشرف وغیرہ یہودیوں نے جب دیکھا کہ اُن کی اجتماعی حیثیت یہود کے درمیان خطرے میں ہے تو کوشش کی کہ وہ نشانیاں جو پیغمبر اعظم آخر کے بارے میں تورات میں ہیں موجود ہیں، وہاں سے مٹا دیں، اصل میں اس نوعیت کی آیات میں انہیں احسن اسلوب میں جھنجھوڑا گیا (259)۔

جلالین، کمالین، اکلیل اور صاوی وغیرہ مفسرین نے لکھا کہ ان آیات کا نزول نجران کے عیسائی وفد کے بارے ہی میں ہوا (260)۔

صابونی کا قول اس باب میں پسندیدہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ خطاب تمام اہل کتاب کے لیے عام ہے۔ یہودی ہوں یا نصرانی یا ان کے پیروکار ہوں یعنی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر یہود و نصاریٰ کی طرز پر کام کر رہے ہوں (261)۔

فخر رازی کی ایک خوبصورت بات

فخر رازی رقم طراز ہوتے ہیں (262) کہ ”اَهْلَ الْكِتٰبِ“ کے لفظ سے خطاب، اسلوب اور دعوت میں شگفتگی اور تازگی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ جس شخص یا جماعت کو آپ مقاربت فکری سے نوازنا چاہیں اُسے اچھے لقب سے نوازیں تاکہ وہ اپنے دل اور دماغ کے دریچے تمہارے لیے کھول دے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کو کتاب والا کہنا ان کی تعریف کرنا ہے۔ کسی کو ”مفسر کتاب“ کہنا اس کے امتیاز کو تسلیم کرنا ہے۔ یہاں ”اَهْلَ الْكِتٰبِ“ کہنے میں حکمت یہ ہے کہ مخاطبین کو ان کی تاریخی اہمیت وفضیلت یاد کروا کر ان کو مقصود کی طرف لایا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب ہرقل کو نامہ مبارک ارسال کیا تو اُسے ”عظیم الروم“ کے لقب سے نوازا۔ علماء، خطبا اور واعظین کے لیے اس میں سبق ہے کہ تبلیغ کے لیے اپنے مخاطب کی ضد، غضب، اختلاف ابھار کر اُسے گالی گلوچ کرنا یہ دانائی نہیں، دانائی تو رحمت عالم کے دل پر نازل ہونے والی کتاب اور سنت کی پیروی سے ظاہر ہونے والا نور ہے۔

”تَعَالَوْا“ کا مفہوم

یہاں ”تَعَالَوْا“ سے مراد اس شئی کا معیّن کرنا ہے جس طرف توجہ دلائی جائے اور دعوت دی جائے اگرچہ یہاں انتقال مقامی نہ پایا گیا ہو۔ یہ لفظ ”تعالی“ سے ہے اس کا معنیٰ نشیبی جگہ سے اُوپر کی طرف صعود ہوتا ہے، پھر جب استعمال کثیر ہو گیا تو مفہوم میں مقصود کی طرف متوجہ ہونا متعین ہو گیا (263)۔

آیت میں روحانی عروج

قرآن مجید کی یہ آیت فلسفہ کی بنیاد پر ذہنی تقسیم کے تمام طبقات کو آزادانہ اور روادارانہ سوچ کی جنت میں لا کھڑا کرتی ہے کہ وہ مذاہب جو آسمانی ہیں ان سب کا سرمایہ ایمان توحید ہے۔ وہ سب اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ عبادت صرف ایک اللہ ہی کی ہونی چاہیے۔ یہ بیچ میں افراط تفریط، شنویت تثلیث اور شرک تشریک ذہنی بہکاوے ہیں۔ ان سے گلوخلاصی جہنم سے آزادی کا غیرت مندانہ راستہ ہے۔

مفسرین کی یہ بات پسندیدہ ہے کہ ”سَوَآءٍ“ سے اشارہ عدل اور انصاف کی طرف ہے یعنی آؤ ہم سب ایک ایسے کلمے اور بات کی طرف بڑھیں جس میں سب کے لیے عدل وانصاف موجود ہے۔

یہاں ایک مفسر نے صحافتی جوش میں لکھ دیا کہ یہ آیت اللہ کی طرف ایسی دعوت ہے کہ جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا غلام نہ ہو، نہ نبی کا غلام ہو، نہ رسول کا غلام ہو بلکہ سب اللہ کے بندے اور غلام ہوں (264)۔

لاحول ولاقوۃ غلام کا عربی زبان میں معنیٰ بیٹا ہوتا ہے۔ ایمان توحید ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اللہ کو نہ کسی کا باپ مانیں اور نہ کسی کا بیٹا مانیں اور غلام کا معنیٰ اگر کسی کی نوکری اور اطاعت میں رہنا ہو تو یہ اطاعت کی رسیاں تو قرآن مجید خود پائے انسانیت میں ڈالتا ہے۔ واللہ یہ تو مذہب کی بنیادی تلقین اور تعلیم ہے۔

پادریوں اور راہبوں کی گرہ گیریاں

عدل اور انصاف کا راستہ قرآن مجید کی اس آیت میں کس قدر نمایاں کر دیا گیا کہ پادریوں اور راہبوں کے طلسمات میں ہم نے ہرگز الجھنا نہیں اور کتاب کی تعلیم کو گم نہیں ہونے دینا۔ ایک دین دار شخص جب قرآن کے آسمان سے پٹخ دیا جائے اور وہ توہمات، تاویلات، ظنیات اور قیاسیات کی زنجیروں میں جکڑا ہو اور وہ خود وحی کے نور سے دور اندھیرے میں پڑا ہو تو اس کی اطاعت کرنا ایسا ہی ہے گویا آپ ربّ کی جگہ ایک اور ربّ ماننے لگ گئے ہیں۔ مفسرین نے یہی لکھا کہ حلال اور حرام قرار دینے کو اپنے ہاتھ میں لینا یہی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو ربّ مان لینے کی زیادتی ہے۔ پادری اور راہب یہی کچھ کرتے تھے۔ قرآنی آیت اس قسم کے تمام دھندوں پر قلم تنسیخ پھیرتی ہے اور بندگی صرف اللہ کے لیے ثابت کرتی ہے۔

آیت کا آخری جمالیاتی درس

”اگر وہ منہ موڑ لیں تو پھر صاف کہہ دو کہ ہم تو مسلمان ہیں“۔

آیت اپنے آخر میں قاریٔ قرآن اور داعین حق کو محسوس کروا دیتی ہے کہ وہ دیکھو تمہارے مخالفین اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ اب تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم نے اپنے قول کو گواہی بنا دینا ہے اور ثابت کرنا ہے کہ ان میں اور مسلمانوں میں فرق کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ مسلمان شرک نہیں کرتے، مسلمان ابلاغ حق کی راہوں میں سست نہیں پڑتے اور وہ سچائی کو ہر جہت سے آشکار کر دیتے ہیں اور ان کی زندگی اللہ کی عبادت سے عبارت ہوتی ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

”اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے معاملہ میں کس لیے جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل نازل ہی اُن کے بعد کی گئی، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے“۔

راہ راست سے ہٹی اور بھٹکی ہوئی قومیں زیادہ تر پانچ امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں جن کا اثر ان کی تباہی اور بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے:

1۔ وہ عقل کا معکوس استعمال کرتی ہیں۔ شعور اور فکر سے محرومی انہیں کسی دعوت تک رسائی نہیں ہونے دیتی۔

2۔ وہ ضدی اور جھگڑالو ہو جاتی ہیں۔ جاہلانہ تعلّیاں اور تفوق کے جاہلانہ اظہارات انہیں برباد کر دیتے ہیں۔

3۔ انحراف، بدعت آفرینیاں، مسخ افکار باطل مرسومات انہیں سچائی اور صدق سے قریب نہیں ہونے دیتے۔ ان کی باطل پرستی انہیں صدق، حق اور وحی کی خوشبو سے محروم رکھتی ہے۔

4۔ وہ حسن کے سوتوں سے دور رہ کر جمالیاتی لذوز سے محروم ہو جانے والی قومیں بن جاتی ہیں۔ ناقدری، ناشکری اور بے عملی ان کی زندگی کی بدبو ہوتی ہے۔ یہ بنیادی خرابی ان میں پانچ ایسی خرابیاں پیدا کرتی ہے جو پیغمبرانہ نسبتوں کے بغیر ٹھیک ہی نہیں ہو سکتیں:

1۔ بے وفائی　　2۔ منصوبہ بندی کا فقدان

3۔ بے حیائی　　4۔ سوخلق

5۔ اور ضمیر کی ظلمت

5۔ پانچواں مرض عدم یقین اور توہمات کی فضاؤں میں گم ہو جانا ہے۔ اس سرطان میں مبتلا لوگ کبھی بھی منطق، استدلال، برہان اور سلطان کی طاقت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ زیر تفسیر آیت ایک ایسی قوم کی مثال قاری قرآن کے سامنے لائی ہے جس میں یہ پانچوں بیماریاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل سب کے مسلّم روحانی اور خاندانی پیشوا تھے اس لئے یہ قومیں اپنے انحراف کی تائید میں انہی کا نام استعمال کرتی تھیں۔ اسلام کی دعوت اور تحریک شروع ہوئی تو ان سب نے ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ محمد ﷺ کی دعوت دین ابراہیم کے خلاف ہے، آپ ہمیں دین ابراہیمی سے دور ہٹانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان پر گرفت کی کہ تورات اور انجیل تو نازل ہی ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئیں پھر ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا نصرانی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ یہ اپنی ہمنوائی کی اُلٹی منطق ہے۔

قرآن مجید کے یہ الفاظ

"اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ"

"کیا تم عقل رکھتے ہو؟"

ایک دلچسپ، محکم اور روح میں اترنے والی تعریض ہے جس سے حق کی مخالفت کرنے والوں کا بخار اتر سکتا ہے۔ ایک اور نکتہ جو توجہ کے لائق ہے کہ حیرانگی والی بات قرآن نے یہ قرار دی کہ بندہ کتاب والا بھی ہو اور ضدی، جھگڑالو اور حجت باز بھی ہو کیا یہ عقل ہے یا حماقت؟ صحیح فیصلہ کرنے والا ہی قرآنی فیض کے شاہ چشمہ سے دل اور دماغ کو سیراب کر سکتا ہے۔

واللہ اعلم

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٦﴾

"دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑ چکے ہو اُن باتوں میں جن کے بارے میں تمہیں بہت کچھ معلوم تھا تو وہ چیزیں جن کے بارے میں تمہیں کچھ پتہ ہی نہیں کیوں جھگڑنے لگے ہو اور اللہ خوب جانتا ہے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں"۔

"ھَاَنْتُمْ" میں ھَا حرف تنبیہ ہے، "اَنْتُمْ" مبتدا ہے اور "ھٰٓؤُلَآءِ" اس کی خبر ہے، یعنی آیت میں اہل کتاب کو تنبیہ کی گئی کہ خبردار ہو جاؤ تمہارا کرتوت یہ ہے کہ تم نے حسب عادت اپنی ڈھٹائی اور فریب کا مظاہرہ کر ہی دیا۔ خصوصاً اس معاملہ میں جس کا بطلان اور غیر صحیح ہونا تمہارے علم میں تھا مثلاً تورات یا انجیل کا اللہ کی کتاب ہونا تمہارے علم کی چیز ہے لیکن تم ایک دوسرے کی کتابوں کو نہ ماننے کی روش پر رہے اور تم پوری طرح جانتے ہو تمہارے علم میں تھا مثلاً تورات، انجیل کا اللہ کی کتاب ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ یہ مسائل تو تمہاری مذہبی، تاریخی اور اعتقادی ارتباط سے متعلق ہیں لیکن تم لوگوں نے بحث و گفتگو سے ان مسائل کی شکل ہی تبدیل کر دی اور اشتبہات کا شکار ہو گئے۔ تمہاری کورچشمی کی ظلمت بازیاں اگر معلوم مسائل میں یہ ہیں کہ تم لوگ نتیجہ خیزی اور ثمرات گیری سے محروم ہو تو خود تم فیصلہ کرو کہ جس چیز کا تمہیں علم ہی نہیں تمہاری کٹ حجتیوں کا اعتبار ان مسائل میں کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ تمہاری کتابیں ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ساکت ہیں۔ وہ تم سے پہلے گزر گئے ہیں۔ تمہاری باتوں کا فتویٰ کیسے صحیح مانا جا سکتا ہے تم لوگ فضائے اعتقاد کو مسموم بنانے کے لیے فضول میں اپنے ہفوات اور فریب کاریاں عام کر رہے ہو صرف اس لیے کہ لوگ اسلام سے قریب نہ ہو جائیں۔ تمہیں تین چار چیزیں اچھی طرح جان لینی چاہیں:

☆ صحیح اور غلط میں بڑا فرق ہوتا ہے

☆ معلوم اور نامعلوم دونوں کے لئے کوششوں کی منزل ایک نہیں ہو سکتی

☆ خلوص اور ضد کی طاقتیں مساوی نہیں ہوتیں

☆ بحث اور عمل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

☆ سب کچھ، ہر کچھ اور ہر جہت، ہر چیز کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، باقی رہے تم تو تم کچھ بھی نہیں جانتے، آؤ اس کتاب کی طرف جس میں اللہ کے علم کی روشنی چمک رہی ہے اور وہ قرآن حکیم ہے۔

مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿٦٧﴾

"ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ ہر باطل سے دور روئے نیاز جھکانے والے تھے اور آپ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے"۔

یہ آیت برملا اعلان کرتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی، وہ تو ایسے سلطانِ محبت تھے جن کی عقیدتیں، محبتیں، الفتیں اپنے لباس پر یہ داغ اٹھانے کی متحمل ہی نہ تھیں کہ عصبیت، حسد، کنبہ قبیلہ اور دنیاداروں کی غیریت اس طرف رخ کر سکے۔ کاروبار محبت میں محبوب کی وحدت ہی کا سکہ چلتا ہے۔ وہاں ٹکسالی جہاں کی بوقلمونیاں نہیں ہوتیں۔ ابراہیم ہی کی تاریخ میں ملتا ہے کہ باپ کے ہاتھ میں چھری ہوتی ہے اور اللہ کی محبت میں بیٹا سر کٹوانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

آہ ایں چہ دوستی است کہ سر ہائے یک دگر
خویشاں بریدہ بردہ قاتل نہادہ اند

قرآن مجید کی یہ آیت کہتی ہے کہ ابراہیم حنیف تھے اور مسلم تھے۔ حنیف کا مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں تو اچھا ہے کہ ربّ کبیر و اکبر کی عدالت میں دل کی تقسیم

نہیں ہوسکتی، یہاں شرک معاف نہیں ہوسکتا، اس لئے ابراہیم علیہ السلام مشرکین میں سے نہیں تھے۔ ان کا دل ایک ہی طرف جھک گیا تھا اور وہ اللہ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے، اسی لئے قرآن کہتا ہے ابراہیم علیہ السلام یکسو اور فنافی المحبوب عاشق تھے، طالب تھے اور فریفتہ دررۂ محبوب تھے۔ ان کے ہاں صحبت غیر کی شب بیداریوں کا تصور ہی نہیں تھا، وہ ایک کے تھے، ایک کے لئے تھے اور ایک پر ہی فدا تھے۔ ان کی محبت میں اولاد اور اوطان سب محبوب کے لئے قربان کئے جا سکتے تھے۔ یہی وہ اسوۂ محبوبہ ہے جو قرآن کی زبان میں اسوۂ حسنہ کہلاتا ہے۔ اللہ نے کتاب میں تین مرتبہ اسوۂ حسنہ کا لفظ استعمال کیا، دو مرتبہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور ایک مرتبہ رحمت اللعالمین آقا ﷺ کے لئے۔ جس نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی وہ دوبار صاحب اسوہ ہے اور جس نے کنبے کا کنبہ لٹا دیا وہ ایک بار صاحب اسوہ ہوا۔ اس میں تفاوت نہ سمجھئے حضور ﷺ نے فرمایا: تُو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے حوالے سے ایک بار اور رحمت عالم کی اولاد کی تاریخ کے حوالے سے دوبار صاحبِ اسوۂ حسنہ ہیں۔ سلام ان پر کس شان کے وہ مسلمان تھے حنفیت خود تا بہ قیامت ان پر ناز کرتی رہے گی۔

رہا یہ مسئلہ کہ وہ یہودی یا نصرانی نہیں تھے۔ حماقتوں کو اس قدر شوخیوں میں بدتمیز تو نہیں ہوجانا چاہئے، دیوار بنیاد پر استوار ہوتی ہے بنیاد عمارت پر نہیں چڑھتی۔ باپ بیٹے کے تخم کا امین ہوتا ہے اولاد باپ کا تخم نہیں اٹھاتی۔ الف جیم سے پہلے آنے کی تاریخ رکھتا ہے۔ جیم الف سے پہلے ہونے کی جہالت نہیں کرسکتا۔ یہودی اور عیسائی تو نئے افکار کا مبہم اور پھٹا ہوا نغمہ ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ تو محبتوں کی سلطانی رکھتی ہے، سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ عمل کے لئے تو کوچۂ وحدت میں محبت کی سیر اور اطاعت و وفا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"بے شک لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ اُونچی شان والے نبی اور وہ جو ایمان لائے اور مومنوں کا مددگار دوست اللہ ہی ہے"۔

ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترین کون ہوسکتا ہے۔ ان کا وارث روحانی ہونے کا استحقاق کسے ہے۔ ان کی معنوی نسبت کس قوم کو حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے دو ٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔ یہودی نہ نصرانی، ہر وہ شخص اُن سے قرب کا رشتہ اور نسبت رکھتا ہے جو ان کی پیروی کرتا ہے اور یہ نبی معظم ہیں جو ان سے ہر قریبی سے بھی قریب تر ہیں اس لئے کہ یہ ان کے اصولوں کے پرچم بردار ہیں۔ دین توحید کو قوت اور طاقت دینے والے ہیں۔ ان کی محبتوں کی خوشبو ان کے وجود میں محسوس ہوتی ہے۔ ان ہی کے غلاموں نے ان کے خلوص اور ایمان کا راستہ اپنایا ہے۔ جہاد اور تقویٰ کی وراثتیں امت محمدیہ ہی میں ضوفشاں ہوئی ہیں۔ ابراہیمی ذریت میں محمدی عساکر ہی نے ان کی قربانیوں کو برکت بخشی ہے۔ یہودیوں کی دنیا تو انسانی نسلوں کے قتل عام کی سازشوں میں مگن رہتی ہے اور عالم مسیح اسلام کو ایک مہیب عفریت تصور کرتا ہے۔ ان دونوں قوموں نے اسلام کو اپنی لغت سے نکال رکھا ہے۔ صرف اور صرف اسلام اور ایمان والے ہیں جو ابراہیمی روحانیت کے راز داں ہیں۔

آیت کے آخر میں قرآن مجید نے مومنوں کو ایک اور روحانی تحفہ دیا کہ اقوام ماسبق اس پر پریشان ہیں کہ رحمت عالم ﷺ اور ان کے نوکر ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی وارث بن گئے۔ اللہ نے فرمایا صرف اتنا ہی نہیں اب ولایت ربی کا نور بھی مومنوں ہی کے حصہ میں آگیا۔ اب خدا کی دوستی بھی ایمان والوں ہی کی دولت قرار دے دی گئی۔

اسلامیان عالم!

صدائے ہاتف تمہارے نام پیغام دے رہی ہے

اٹھو!

اپنا مقام سمجھو اور پہچانو

غارتگرانِ حقیقتِ اسلامی کی پرواہ نہ کرو

دزدانِ متاعِ ایمانی کے چہروں پر تھوک دو

ابراہیم علیہ السلام

اور

محمد ﷺ

دونوں کی آواز ایک ہی ہے۔ ان کا عشق ایک ہی ہے۔ ان کا اسوہ ایک ہی طرح کی خوشبو رکھتا ہے۔ دونوں کا راستہ قربانی کا ہے، ایثار کا ہے اور جہاد اور اسلام کا ہے۔ شہادتوں کے رنگ انہی کی شریعت سے مہک سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ

ایک بڑا انعام ہے۔ ایک خوبصورت تحفہ اور ایک وقار بخش نعرہ ہے لیکن یہ نعرہ عزائم، امنگوں اور ارادوں کو تازگی اُس وقت بخشتا ہے جب اندر نسبت محمدیہ علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو موجود ہو۔

جامع ترمذی کی حدیث ہے:

ان لکل نبی ولاۃ من النبیین وان ولی منھم ابی و خلیل ربی

"ہر نبی کے لئے رسولوں اور نبیوں کی جماعت میں مولا اور ناصر و مددگار ہیں جب کہ ان میں میرا ولی میرے ابِّ معظم اور میرے ربّ کے خلیل ہیں"۔

نبی رحمت پر درود، ان کے پچھلوں میں مولا اور ان کے اگلوں میں مولا، ضرورت تو تلاش کی ہے۔ ان سے عقیدت کی ہے اور اُن سے عشق کی ہے۔ حضور ﷺ کے ولی پر بھی درود اور ان کے مولا پر بھی سلام۔ چھوڑیئے اس قضیہ کو علامہ اقبال کا کلام ملاحظہ ہو:

مقام بندگی دیگر ، مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی زخاکی بیش ازاں خواہی
چناں خودرا نگاہ داری کہ ایں بے نیازی را
شہادت بروبود خود زخون دوستاں خواہی

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

"اہل کتاب میں سے ایک گروہ کا دل چاہتا ہے کہ تمہیں راہِ راست سے بھٹکا دیں حالانکہ وہ بھٹکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ ہی کو اور وہ سوچتے سمجھتے نہیں ہیں"۔

آیت میں فہم اور تفہیم کی پانچ بنیادیں ہیں:

☆ پہلی تو یہ کہ دیکھا جائے کہ اہل کتاب کا رویہ کیا تھا، وہ اسلام کے بارے میں کیا سوچتے تھے؟

اہل کتاب کی مسموم اور مذموم سوچوں کا جب ذکر ہوا تو ایک گروہ کہا گیا انہیں مشخص کر کے بیان نہیں کیا گیا۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ اہل کتاب کی سوچ مسلمانوں اور دین اسلام دونوں کے بارے میں منفی ہو چکی تھی۔ وہ مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ دینی اور دعوتی کوششوں کو معکوس کر دینا چاہتے تھے۔ ان کی آرزو تھی کہ اسلام کا پرچم سرنگوں ہو جائے۔ کل کی طرح آج بھی وہ اپنے سابقہ رویوں پر قائم ہیں، ان کے عمل اور ردعمل میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اہل کتاب کو ایک طائفہ یعنی ایک گروہ کہا گیا۔ انہیں نام لے کر کھولا نہیں گیا ممکن ہے یہ اس لیے ہو کہ بعض اہل کتاب اسلام لا چکے تھے اور وہ مخلصانہ تحریک و دعوت کو قوت دے رہے تھے۔ اگر ان کے پرانے دوستوں اور رشتہ داروں کی کھل کر مخالفت اور مخاصمت آشکار کی جاتی تو مخلص دوستوں میں بھی عصبیت پیدا ہو سکتی تھی ویسے بھی دریا کی جھاگ خود بیٹھ جائے تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

☆ سوچ کی دوسری بنیاد مسلمانوں کو تسلی دینا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی تحریکی منفقیت سے خوف نہ کھائیں ان کی ہر کوشش خود انہیں گرفتار آلام کرے گی اور وہ برباد ہوں گے۔ ان کے بہکاووں کا جادو ان ہی پر الٹا پڑ جائے گا اور ان کی مغویانہ کوششیں انہیں لے ڈوبیں گی اور ضرر کا باطنی سرطان انہیں تباہ کر دے گا (265)۔

☆ فہم آیت کی تیسری بنیاد وہ ہے جو رازی نے تفسیر کبیر میں لکھی کہ اہل کتاب کی گمراہیوں کا وبال انہیں پر پڑے گا، اس کے تین معانی ہیں (266):

☆ پہلا یہ کہ وہ مستحق عذاب ہو کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

☆ دوسرا یہ کہ وہ اپنے آپ کو ہدایت کے ماحول اور روشنیوں سے خود ہی نکال پھینکیں گے۔

☆ اور تیسرا یہ کہ جب ان لوگوں نے اہل ایمان کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور ایمان والے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو وہ خائب اور خاسر ٹھہرے اس لیے کہ انہوں نے ایک شئی پر اعتقاد کیا مگر معاملہ ان کے تصور کے خلاف سامنے آیا۔

☆ آیت میں فہم کی چوتھی بنیاد شعور کی قیمت قاریٔ قرآن کے ذہن میں ڈالنا ہے۔ معاش، معاشرت، مذہب، عبادت اور اخلاق اور سماج ہر اہم چیز شعور کے رسوخ کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس دنیا میں کامیاب وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں گہرے شعور کا انعام ملتا ہے۔

نہ سوچنے والی قوم جنگل اور بیابان میں خودرو پودوں کی طرح ہوتی ہے جسے ڈنگر ڈور چر لیتے ہیں یا وہ خود ہی دھوپ میں سوکھ کر لاشئی ہو جاتے ہیں۔

☆ آیت کی تفہیم میں پانچویں بنیاد یہود و نصاریٰ کے بارے میں شعور قرآنی سے خود کو آراستہ کرنا ہے کہ وہ کس طرح تہذیب اسلامی کو ختم کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں اور دعوت اسلامی کا پرچم سرنگوں کرنے کے لیے وہ اپنا پیسہ اور سرمایہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں جب کہ مسلمان جن کے گھروں میں قرآنی شعور کا چراغاں کیا گیا تھا وہ بے حس و حرکت لکڑی کے کندوں کی طرح بے کار پڑے ہیں۔ انہیں جولا نگا ہے حیات میں غیرت، عزت اور حمیت کے ساتھ جینے کی قیمت کا اندازہ ہی نہیں۔ ہاں اگر وہ صبح شام قرآن کی سرمستیوں میں گم ہو جائیں اور صحیفۂ نور کو پڑھنے پڑھانے لگ جائیں تو ان کے قومی شعور کی نسیں کھل سکتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کی حیلہ سازیاں اور مکاریاں، فریب کاریاں اور دھوکہ بازیاں اور کذب اور افترے ختم فرمائے اور مسلمانوں کو ایمانی حدت اور شعوری غیرت کے ساتھ جینے کی توفیق عطا فرمائے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

"اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو"۔

یہ آیۂ کریمہ اہل کتاب کی ان سازشوں سے پردہ ہٹاتی ہے جو وہ اسلامی تحریک کے خلاف کرتے رہتے تھے۔ اُن کا سازشی ذہن قرآن کے صدق و رسوخ، اسلام کے اثر و نفوذ اور مسلمانوں کے اعتماد و اطمینان کے خلاف مکر و خدع کے جال بنتا رہتا تھا۔ اہل کتاب جانتے تھے کہ ان کی کتابوں نے نبی معظم ﷺ کی علامات اور نشانیاں بیان کی ہیں اور پھر جب اُنہوں نے محمد ﷺ کو دیکھ لیا تو کمالات و اوصاف کے جلوے بھی انہوں نے وجود رسالت میں مشاہدہ کر لیے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ اس کے باوجود منکر ہو گئے۔ واضح رہے کہ اہل کتاب اللہ کے وجود سے تو انکاری نہیں تھے وہ اللہ کی آیتوں کے منکر تھے، اس لیے قرآن نے انہیں کافروں ہی میں شامل کیا ہے۔

مذہبی لوگوں کا وقار اور عزت اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایمان کے سرچشموں کی حفاظت خود کریں۔ اللہ کی جن آیتوں کے جلوے انہیں نظر آئیں ان پر اعتماد و ایمان کو اپنی روحانی منزل بنائیں۔ کفر اور انکار شخصیتوں میں قبح اور عیب پیدا کرتا ہے، اس لئے کفر کی نہ صرف مذمت کریں بلکہ دنیا سے اس کے خاتمے کی پُر خلوص کوشش کریں وگرنہ شہادت کا فطری جوہر ان کی روح سے ختم ہو جائے گا اور وہ بے معنیٰ مخلوق بن کر اپنی شخصیت کو خود مسخ کر لیں گے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملا رہے ہو اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ حقیقی بات سے تم خود واقف ہو"۔

قرآن مجید کی اس آیت میں چار عنوانات قابل غور ہیں:

☆ پہلا اہل کتاب کی مذموم اور مسموم سازشیں

☆ دوسرا حق اور باطل کا التباس

☆ تیسرا کتمان حق

☆ اور چوتھا حقائق کا علم ہونے کے باوجود مکر و فریب اور خدع و التباس کی حکمرانی دین دشمن لوگ شیطان کے دوست ہوتے ہیں اس لیے کہ کچھ چیزیں ادھر سے لیتے ہیں اور کچھ چیزیں اُدھر سے لیتے ہیں پھر شیطانی مہارت کے ساتھ ان سب کو آپس میں خلط کر لیتے ہیں۔ باطل کو حق کے لبادے میں پیش کرتے ہیں۔ ہوتا یہ کہ تورات اور انجیل میں تحریف کی جاتی اور من زاد باتیں الہامی تعلیم میں رکھ دی جاتیں اس طرح باطل کی اشاعت کر دی جاتی اور حق کی تمیز تفسیر کی نذر کر دی جاتی۔ دنیا میں جمہوریت، اشتراک اور آمریت سب اسلام کے اصولوں سے لوگوں کو دور کرنے کے وہمی ہتھکنڈے ہیں۔ آیت کا تربیتی زور اس پر ہے کہ حق کی پہچان ختم کرنے والے لوگ ابلیس خصلت ہیں

وہ حضرت محمد ﷺ کی صفتیں، نعتیں اور خصوصیات چھپانے میں لگے رہتے ہیں۔
آیت کا عمود قرآن سے وابستگی اور حق کو ہر قیمت پر آشکار کرنا ہے۔

وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۝

”اور اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا ایمان لے آؤ اُس پر جو ایمان والوں پر اُتارا گیا صبح کے وقت اور منکر ہو جاؤ دن کے پچھلے حصے میں شاید مسلمان اس طرح برگشتہ ہو جائیں“۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی ایک بہت بڑی، مذموم اور ہلا دینے والی سازش کو بے نقاب کیا جا رہا ہے۔ تدبیر کا زہر تو یہ تھا کہ پہلے جا کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ اور بظاہر اقرار ایمان بھی کر لو، مسلمانوں کو جب یقین آجائے کہ تم اُن کے اپنے لوگ ہو تو پھر تم اسلام کے بارے شکوک و شبہات ظاہر کرنا شروع کر دو۔ اس طرح مسلمانوں کو آہستہ آہستہ متزلزل کرنا جب تم شروع کر دو گے تو آہستہ آہستہ ان کا ایمان کمزور ہو گا اور وہ وقت آجائے گا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انحراف پیدا ہو گا۔ اس طرح تمہارا مقصود پورا ہو جائے گا۔

آیت میں یہ کہنا کہ اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا اس سے مراد قول لفظی نہیں بلکہ اہل کتاب کا طرزِ عمل، ذہنیت اور زاویہ فکر مراد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چند لوگ ایسے موجود ہوں جنہوں نے عملاً یہ کہا ہو کہ چلو صبح کے وقت چند لوگ ایمان لاتے ہیں اور شام کے وقت برگشتہ ہو جائیں گے اس طرح یہ منفی پروپیگنڈا یقینی ہو جائے گا کہ اس نئے مذہب کے افکار میں کوئی جان نہیں۔ اگر کوئی واقعیت ہوتی تو ہم استقامت سے اسلام پر ڈٹ جاتے۔ ہمارے دیکھا دیکھی کچھ لوگ تو اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔

آیت میں ” مِّنْ “ بعضیہ ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سارے ” اَهْلِ الْكِتٰبِ “ یہ اندازِ فکر نہیں رکھتے تھے بعض مخلصین بھی تھے جو خلوص سے دینِ اسلام کو قبول کر چکے تھے۔

وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝

”اور نہ یقین کرو سوائے اس شخص کے جو تابعداری کرتا ہے تمہارے دین کی فرمایئے! بے شک جو اللہ کی ہدایت ہے وہی ہدایت ہے اور جو تمہیں دیا گیا ہے اُس کی مثل کسی کو بھی نہیں دیا جا سکتا یا یہ کہ تمہارے ربّ کے پاس کوئی تمہارے خلاف حجت لا سکتا ہے فرما دو فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ وسعت نواز خوب جاننے والا ہے“۔

قرآن مجید کی یہ آیت یہود کی سفلہ کاریوں کی ایک اور تصویر قرآن پڑھنے والوں کے سامنے لاتی ہے۔ وہ لوگ جو اس قوم کی قیادت کر رہے تھے انہوں نے اپنے پیچھے چلنے والے ارذلین کے اضلالات میں اضافہ کیا اور انہیں ڈھٹائی اور ضد پر جم جانے کی تلقین کی (267)۔ مفسر سدی کہتے ہیں کہ یہ خیبر کے یہودیوں کی وہم سازی تھی جو انہوں نے مدینہ کے یہودیوں کے سامنے گفتگو کی صورت میں رکھی کہ تم لوگ کسی کی بات نہ مانو سوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور یہ اندیشہ بھی ذہن میں نہ لاؤ کہ قیامت کے دن تمہارے ربّ کے پاس کوئی حجت لا سکتا ہے۔

دین کے اعتبار سے تم ہر قوم سے اچھے لوگ ہو اور تم یہ بھی ہرگز تسلیم نہ کرنا کہ کسی قوم کو تم لوگوں سے بڑھ کر فضائل اور عوارف دیے جا سکتے ہیں (268)۔

ایک وضاحت

” قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ “ دو کلاموں کے درمیان وارد ہو رہا ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول سے کہا ہے کہ محبوب ان عقل کے اندھوں کو سمجھا دو کہ ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے یہ کسی قوم کی ملکیت نہیں کہ اُن کے قبضہ ہی میں رہے کسی اور کو نہ مل سکے جیسے سورج کی روشنی پر کسی کا قبضہ نہیں، وہ اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے، ایسے ہی ہدایت بھی اُسی کی نوازش ہوتی ہے جسے چاہے وہ اسے حسن اور ثمر سے نواز دے۔

قرآن مجید نے آیت کا نچوڑ نور و رحمت کی صورت میں لسان نور ترجمان سے نچھاور کیا اور حقائق کی گل پاشی نے ماحول میں بہاریں سمو دیں، ارشاد ہوا:

”فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے وہ عطا فرمائے اللہ وسعتوں کا مالک ہے اور اس کا علم لامحدود ہے اور وسیع ہے کسی کے احاطے میں آنے والا نہیں“۔

فضل سے اشارہ	اللہ کی عطاؤں اور نوازشوں کی جانب ہے
فضل سے مراد	وحی کی روشنی ہے
فضل کا مفہوم	علم پروری اور حق آگاہی کا ماحول ہے
فضل سے مقصود	مقامِ نبوت ہے
فضل سے مطلوب	تزکیہ فکر کے الہامی مواقع ہیں
فضل سے استدلال	منطقی اور عقلی بات ہے
فضل سے دعوت	تسہیلِ ایمان ہے

کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ سب خزانے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے، کسی نے اُس سے عہد و پیمان نہیں لے رکھا اور نہ ہی کوئی زور آور ہے جو اُسے زبردستی منوالے، وہ قادر و قدیر ہے، علیم و اعلم ہے اور اس کی نوازشیں وسیع اور اوسع ہیں۔ بندگی کا وظیفہ قوموں کے لیبل نہیں اللہ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فضل سے نوازے۔

حوالہ جات

(259) تفسیر کبیر: فخر رازی ایضاً کمالین ایضاً نمونہ
(260) روح المعانی: آلوسی ایضاً جلالین ایضاً صاوی ایضاً نجوم القرآن
(261) تفسیر صابونی: صابونی
(262) تفسیر کبیر: فخر رازی
(263) تفسیر کبیر: فخر رازی
(264) فی ظلال القرآن اردو ترجمہ: معروف شیرازی
(265) التفسیر البسیط: واحدی ایضاً روح البیان ایضاً آلوسی ایضاً رازی ایضاً مظہری
(266) تفسیر کبیر: رازی
(267) الجامع لاحکام: قرطبی
(268) الجامع لاحکام: قرطبی

خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن سلوک

محمد صدیق ہزاروی

عن ابی ھریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال ،قال رسول اللہ ﷺ لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی عنھا آخر

(صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء جلد اول ص: 547 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اسے اس کی کوئی عادت پسند نہیں تو اس کی دوسری عادت پسند ہوگی''۔

اسلام دین فطرت ہے اور رسول اکرم ﷺ کا مبارک کلام حکمت و دانائی پر مبنی ہوتا ہے۔

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے مومن مرد کو اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھنے اور عداوت ونفرت کی راہ اختیار نہ کرنے کی تلقین فرمائی اور اس حکم میں انسانی فطرت کو پیش نظر رکھنا۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ اگر اسے کوئی بات پسند نہیں آتی اور وہ ایسے شخص سے نفرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے تو جب وہ اسی شخص سے کوئی پسندیدہ بات دیکھتا ہے تو اس کی نفرت کی آگ بجھ جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اسی انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر کسی شخص کی بیوی کی کوئی بات اسے ناپسند ہو تو وہ یہ بات سوچے کہ اس کی کئی باتیں اور کئی عادات پسندیدہ بھی تو ہیں یوں وہ راہ اعتدال اختیار کرے گا۔

دور جاہلیت میں عورت کا معاشرے میں کوئی مقام نہیں تھا،ظلم وستم کی چکی میں پسنا اس کا مقدر تھا ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گرنا اس کے لیے شوئ قسمت اور اس کا وجود باعث ندامت تھا۔

لیکن جب فاران کی چوٹی سے نبوت کا سورج طلوع ہوا اور اس کی روشنی سے کفرو شرک اور جہالت وضلالت کے اندھیرے چھٹنے لگے اور ہادئ دو جہاں رحمۃ للعالمین ﷺ نے عورت کو اس کے جائز حقوق کی ادائیگی کا سبق پڑھایا تو مردوں کی طرح خواتین بھی اپنے جائز حقوق سے بہرہ ور ہونے لگی۔

عام طور پر عورت کو لونڈی کی حیثیت دی جاتی تھی اور بدقسمتی سے آج بھی بعض گھروں میں وہی دور جاہلیت لوٹ آیا ہے تو اس سلسلے میں گھریلو زندگی کو خوش گوار بنانے اور گھریلو ماحول کو جنت نظیر بنانے کے لیے امت مسلمہ ہی نہیں ہر انسان کے لیے قرآن وسنت میں راہنمائی موجود ہے چونکہ انسان گناہوں سے معصوم نہیں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اور محفوظ بھی نہیں سوائے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے، اس لیے ہر انسان نیکی کی راہ بھی اختیار کرتا ہے اور اس سے برائی بھی سرزد ہوتی ہے، وہ انسان مرد ہو یا عورت، لہٰذا سرکار دو عالم ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہر مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کا سلوک اختیار کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیرکم خیرکم لا ھلہ وانا خیرکم لا ھلی

''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہیں اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے بھلائی کرنے والا ہوں''۔

اگرچہ عورتوں کو بھی اپنے شوہروں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی اور ان کے مقام سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اگر غیر خدا کو سجدہ جائز ہوتا تو میں ہر عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

اور اس انداز تعلیم سے حضور ﷺ نے حقوق کی ادائیگی میں مساوات کا درس دیا۔

قرآن پاک میں اگر ایک طرف یہ فرمایا:

الرجال قوامون علی النساء (سورۃ النساء: 34)

مرد عورتوں پر حاکم کی طرح ہیں جس کا مقصد ان کے معاملات، رزق، رہائش اور دیگر ضروریات کا مرد کو کفیل بنایا گیا۔

تو دوسری طرف یہ بھی فرمایا:

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (سورۂ بقرۃ 228)

''اور ان عورتوں کے لیے اس کی مثل حقوق ہیں''۔

جو ان پر فرائض عائد ہیں اور یہ معروف طریقے پر ہیں یعنی اگر عورت کی کچھ ذمہ داریاں ہیں تو ان کے حقوق بھی ہیں اور اگر مرد کے کچھ حقوق ہیں تو اس کی ذمہ داریاں ہیں۔

اگر عورت معصوم عن الخطاء نہیں تو مرد بھی گناہوں سے معصوم نہیں، اگر عورت سے کوئی بدکلامی ہوتی ہے تو مرد سے بھی ہوتی ہے۔

لہٰذا اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عورت سے نفرت یا بغض کی راہ اختیار نہ کی جائے ورنہ گھریلو ماحول جہنم کا نقشہ پیش کرے گا اور بچوں پر بھی اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔

غلام (جو کسی زمانے میں تھے اور آج کل ان کی جگہ ملازم ہیں) اور عورتیں کمزور طبقہ ہیں اور کمزور لوگ زیادہ رعایت اور شفقت ورحمت کے محتاج ہوتے ہیں اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں طبقوں یعنی غلاموں اور عورتوں کے بارے میں خاص وصیت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور درجہ بدرجہ تمام مخلوق خداوندی کے ساتھ اچھے برتاؤ کا جذبہ عطا فرمائے۔

(آمین)

اہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب

قسط ہشتم

مفتی غلام رسول

عبداللہ بن عمار نے کہا ہے کہ میں نے امام حسین سے زیادہ بہادر کسی کو نہیں دیکھا

عبداللہ بن عمار نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام حسین کو اس وقت دیکھا ہے جب یزیدیوں نے آپ کے پاس اکٹھ کیا ہے امام حسین جب ان پر حملہ کرتے تو وہ خوف زدہ ہو جاتے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی کسی شخص کو جس کے بچے اور اصحاب قتل ہو گئے ہوں آپ سے بڑھ کر مضبوط دل اور دلیر نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ امام حسین نے ابن زیاد کی ان فوجوں کو کہا جو کہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ کیا تم میرے قتل کو پسند کرتے ہو، قسم بخدا میرے قتل کے بعد تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل نہیں کرو گے کہ وہ میرے قتل سے بڑھ کر خدا تم پر ناراض ہو اور قسم بخدا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے گا اور میرا انتقام لے گا۔ قسم بخدا اگر تم نے مجھے قتل کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جنگ اور خون ریزی ڈال دے گا اور تمہیں دوگنا عذاب دے گا ابو احمد نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا فضیل بن زبیر نے عبد الرحیم بن میمون سے، بحوالہ محمد بن عمرو بن حسن بیان کیا کہ ہم کربلا میں امام حسین کے ساتھ تھے کہ امام حسین نے شمر بن ذی الجوشن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

امام حسین کے جسم پاک پر نیزوں کے 33 اور تلواروں کے 34 زخم تھے

چنانچہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک سفید کتے کو اہل بیت کے خون میں منہ مارتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور شمر ملعون پھلبہری والا تھا اور سنان وغیرہ نے آپ کا سامان لے لیا اور دوسرے لوگوں نے آپ کے اموال اور بقیہ چیزیں اور جو کچھ آپ کے خیمے میں موجود تھا حتیٰ کہ عورتوں کے پاکیزہ کپڑے باہم تقسیم کر لیے اور ابو مخنف نے بحوالہ جعفر بن محمد بیان کیا ہے کہ امام حسین جب شہید ہوئے تو آپ کے جسمِ اطہر پر نیزوں کے 33 اور تلواروں کے 34 زخم تھے اور شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین کے بیٹے علی زین العابدین کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا جو کہ بیمار تھے اور شمر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص حمید بن مسلم نے اسے اس ارادہ سے روک دیا۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر سنان بن انس ملعون عمرو بن سعد کے خیمے کے دروازے پر آیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے لاد دو۔ میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین شخص تھا اور جب وہ نسب بیان کرتے تھے تو نسب کے لحاظ سے تمام سے بہتر تھا۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ سنان کو میرے پاس لاؤ جب وہ اندر آیا تو اس نے سنان کو کوڑا مارا اور کہا کہ تو پاگل اور بیوقوف ہے اگر ابن زیاد نے تجھے یہ کہتے ہوئے سن لیا تو وہ تجھے قتل کر دے گا یہاں سے دوڑ جا چنانچہ سنان بن انس ملعون بھاگ گیا۔

شہداء کربلا کی تعداد

کربلا میں امام حسین کے اصحاب میں سے بہتر 72 آدمی شہید ہوئے اور قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھنے والے بعض لوگوں نے دوسرے دن شہداء کربلا کو دفن کیا۔ حافظ ابن کثیر نے قدرے تفصیل سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام حسین کے بچوں، بھائیوں اور اہل بیت میں سے 23 آدمی شہید ہوئے اور حضرت علی کی اولاد میں سے امام حسین، جعفر، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر شہید ہوئے اور امام حسین کی اولاد میں سے علی اکبر اور علی اصغر شہید ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون اور محمد شہید ہوئے اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن شہید ہوئے اور امام مسلم بن عقیل پہلے کوفہ میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ چار آپ کی صلب میں سے تھے اور دو اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل تھے اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے چھ ہوئے۔ ان شہداء میں سے امام حسین علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو گھوڑوں کے پاؤں سے پائمال کیا گیا۔

چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھ والوں میں یہ منادی کی کہ کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے، یہ سن کر دس 10 شخص نکلے ان میں اسحاق بن حیات حضرمی بھی تھا جس نے آپ کا قمیص اتار لیا تھا اس کو برص کی بیماری لگ گئی تھی اور ان لوگوں میں اجشن بن مرثد حضرمی بھی تھا یہ دسوں سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کیا۔ اس طرح ان کے سینہ و پشت کو چور چور کر دیا اس کے بعد ہی اجشن بن مرثد ملعون کو ایک تیر کہیں سے آ کے لگا وہ بھی میدان قتال میں موجود تھا۔ تیر اس کے قلب پر پڑا وہ مر گیا۔ (تاریخ طبری ص:280، ج:4) اور عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ امام حسین کا سر آج ہی خولی بن یزید اصحی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس لے جایا جائے۔

خولی ملعون کا حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس آنا

امام حسین کے شہید ہونے کے بعد اسی دن عمرو

بن سعد نے کہا کہ امام حسین کا سر اقدس خولی بن یزید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا جائے اور حمید بن مسلم بھی خولی کے ساتھ جائے۔ خولی بن یزید سراقدس کو لیے ہوئے ابن زیاد کی طرف آیا محل کا دروازہ بند ہو چکا تھا یہ اپنے گھر چلا آیا۔ سراقدس ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا۔ خولی کی دو عورتیں تھیں۔ ایک قبیلہ بنی اسد سے تھی اور دوسری حضرمی تھی جس کا نام نوار تھا۔ نوار نے خولی سے پوچھا کیا خبر تو لے کر آیا ہے اس نے کہا کہ تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لے کر آیا ہوں، تیرے گھر میں امام حسین کا سر لے کر آیا ہوں۔ نوار نے کہا کہ لعنت ہے تجھ پر لوگ سونا چاندی لے کر آئے اور تو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کا سر لایا ہے۔ واللہ میں اور تو دونوں کبھی ایک گھر میں نہ رہیں گے۔ نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور وہاں گئی جہاں امام حسین کا سر اقدس رکھا ہوا تھا اور اس نے سر اقدس کو دیکھنا شروع کر دیا اور کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں نے اس لگن سے نور کو مسلسل آسمان کی طرف بلند ہوتے اور سفید پرندوں کو اس لگن کے گرد اگرد اڑتے دیکھا ہے۔ جب صبح ہوئی تو خولی شیطان ابن زیاد کے پاس سراقدس کو لے گیا اور ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا۔

اہلِ بیت کی کوفہ کی طرف روانگی

عمرو بن سعد نے اس دن وہیں قیام کیا دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دے چنانچہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ امام زین العابدین اور خواتین حضرات کو قیدی بنا لیا گیا۔ یہ بیبیاں پاک امام حسین اور آپ کے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کی طرف سے گزریں تو آہ و زاری کرنے لگیں اور منہ پیٹنے لگیں۔ قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے کہ میں نے اپنا گھوڑا بڑھا کر قریب کیا تو میں نے زینب بنت فاطمہ کو اپنے بھائی حسین کی لاش پر یہ کہتے ہوئے سنا وا محمداہ وا محمداہ، ملائکہ آسمان کی صلوات آپ پر ہو، حسین میدان میں پڑے ہوئے ہیں، خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں یا محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں۔ آپ کی ذریت قتل کی گئی ہے، ان لاشوں پر خاک پڑ رہی ہے۔ یہ سن کر واللہ دوست و دشمن سب روئے۔ پھر باقی لاشوں کے سر جدا کیے گئے۔ شمر اور قیس بن اشعث وعمرو بن حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیے گئے۔

ان لوگوں نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اور ابن زیاد نے ان کو یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ امام احمد نے بحوالہ انس بیان کیا ہے کہ ابن زیاد کے پاس امام حسین کا سر اقدس لایا گیا تو وہ اسے طشت میں رکھ کر چھڑی مارنے لگا اور امام حسین کے حسن کے بارے میں بھی اس نے کوئی بات کی۔ حضرت انس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور وہ سر اقدس وسمہ سے رنگا ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام حسین کا سر اقدس ابن زیاد کے سامنے لایا گیا اور وہ کچھ دیر تک آپ کے دانتوں پر اپنی چھڑی مارتا رہا۔

زید بن ارقم کی ابن زیاد کے ساتھ گفتگو

ابن زیاد نے جب امام حسین کے سر اقدس پر چھڑی ماری تو زید بن ارقم نے اسے کہا کہ اس چھڑی کو اٹھا لو، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ اپنے ہونٹ حسین کے دانتوں پر رکھ کر پیار کرتے تھے اور سر اقدس کو چومتے تھے اور ابن زیاد ان کو کہنے لگا اگر آپ بے عقل بوڑھے نہ ہوتے تو میں آپ کو قتل کر دیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ زید بن ارقم اٹھ کر باہر چلے گئے اور جب وہ باہر چلے گئے تو لوگوں نے کہا خدا کی قسم زید بن ارقم نے وہ بات کہی ہے اگر ابن زیاد سن لیتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا زید بن ارقم نے کیا کہا ہے لوگوں نے کہا کہ زید بن ارقم ہمارے پاس سے کہتے ہوئے گزرے کہ ایک غلام، غلاموں کا بادشاہ بن گیا اور اس نے ان لوگوں کو اپنا پرانا مقبوضہ مال بنا لیا ہے، اے گروہِ عرب! آج کے بعد تم غلام ہو گئے ہو، تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے۔ وہ تمہارے نیکو کاروں کو قتل کرے گا اور تمہارے شریروں کو اپنا غلام بنا لے گا۔ پھر ابن زیاد نے زحرہ بن قیس کے ساتھ چند آدمیوں کو لگایا جن میں ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق ازدی شامل تھے تو ان کے ہاتھ امام حسین کا سر مبارک اور آپ کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا اور امام حسین کے بقیہ اہل اور بیویوں کو عمرو بن سعد نے محافظوں کے سپرد کیا پھر انہوں نے ان کو اونٹوں پر سوار کیا وہ انہیں کربلا سے لے گئے حتیٰ کہ کوفہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت سیدہ زینب بنت فاطمہ

امام حسین کے سر اقدس کے ساتھ ان کے اہل و عیال، ان کی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ سیدہ زینب بنت حضرت فاطمۃ الزہرا اپنے حقیر ترین کپڑوں میں تھیں اور آپ کی لونڈیوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا آپ جب ابن زیاد کے پاس آئیں تو اس نے پوچھا یہ کون ہے تو سیدہ زینب نے اس سے کوئی بات نہ کی آپ کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ سیدہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔

ابن زیاد کی کفریہ گفتگو

ابن زیاد ملعون کو جب بتایا گیا کہ یہ سیدہ زینب بنت فاطمہ ہیں تو اس نے سیدہ زینب کے ساتھ کافروں والی گفتگو کی۔ کہنے لگا خدا نے تم کو رسوا کیا ہے اور قتل کیا ہے۔ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرانا اس پر راضی ہونا، جنگ کربلا کی فتح پر خوشی منانا اور سیدہ زینب کو کہنا کہ تم رسوا ہوئے اور قتل ہوئے یہ عمل اور قول صریح کفر ہے۔ ابن زیاد، یزید خبیث، عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن اور جو لوگ امام حسین کے قتل کرنے میں شریک اور راضی ہوئے یہ تمام کافر ہیں ان پر اور ان کے تمام مددگاروں اور حمایتیوں پر اللہ کی ساری لعنتیں وارد ہوں۔

جب ابن زیاد نے سیدہ زینب کو کہا کہ تم رسوا ہوئے اور قتل ہوئے تو سیدہ زینب نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں معزز کیا ہے اور ہمیں اچھی طرح پاک کیا ہے نہ کہ جیسے تو نے کہا ہے اور صرف فاسق کی رسوائی ہے اور فاجر کی تکذیب کی جاتی ہے ابن زیاد کہنے لگا کہ تو نے اہل بیت کے ساتھ اللہ کے سلوک کو کیسے پایا۔ سیدہ زینب نے فرمایا کہ ان کے مقدر میں قتل ہونا تھا اور وہ اپنے مقتل کی طرف چلے گئے۔ عنقریب اللہ تجھے بھی وہاں پہنچا دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد غصہ سے بھڑک اٹھا تو عمرو بن حریث نے اسے کہا کہ یہ ایک عورت ہے اور کیا عورت کی گفتار پر کچھ مواخذہ ہوتا ہے اس کے قول پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے جب ابن زیاد نے زین العابدین (علی بن حسین) کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سپاہی سے کہا کہ دیکھو، کیا یہ بچہ بالغ ہو گیا ہے اور

اگر یہ بالغ ہو گیا ہے تو اسے لے جا کر قتل کر دو۔ اس نے آپ کا تہبند اٹھا کر کہا ہاں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے لے جا کر قتل کر دو۔ زین العابدین نے کہا کہ ان عورتوں کو کس کے سپرد کیا جائے گا اور ان کی پھوپھی سیدہ زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے وہ تیرے لیے کافی ہے، کیا تو ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سیدہ زینب نے حضرت علی کو گلے لگایا اور کہا اگر تو اس کا قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ساتھ قتل کر دے۔ آخر کار ابن زیاد کہنے لگا اس بچے کو چھوڑ دو یہ اپنی عورتوں کے ساتھ چلا جائے۔

عبداللہ بن افیف ازدی کی شہادت

ابن زیاد نے جب امام زین العابدین کو کہا کہ تم اپنی اہل بیت کے ساتھ جاؤ تو اس کے بعد ابن زیاد کوفہ کی جامع مسجد میں اپنی فتح کے اعلان کے لیے گیا اور لوگوں کو کہا کہ یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کو فتح ہوئی ہے اور حسین بن علی شیر خدا اور ان کی جماعت کو قتل کر دیا گیا ہے۔ امام حسین اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تو اس وقت عبداللہ بن عفیف ازدی ابن زیاد کو کہنے لگے او مرجانہ کے بیٹے کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا، تم نے رسول پاک کی اولاد اور فرزند کو قتل کیا ہے۔ ابن زیاد نے جب عبد اللہ بن عفیف ازدی کی یہ بات سنی تو کہا اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ عفیف ازدی کی قوم ان کو ابن زیاد سے نہ بچا سکے۔ ابن زیاد عفیف ازدی کو قتل کر دیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش دار پر چڑھا دی جائے چنانچہ ان کو دار پر چڑھا دیا گیا۔

اہلِ بیت کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے اپنی فتح کا اعلان کرنے کے بعد امام حسین کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر تمام شہر (کوفہ) میں پھرایا۔ پھر ابن زیاد نے زحر بن قیس کے ساتھ امام حسین کے سر اقدس اور ان کے اصحاب کے سر کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان ازدی بھی تھے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے ابن زیاد نے امام حسین کی اہلِ بیت کے لیے بھی شام کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ ابن زیاد نے علی بن حسین (امام زین العابدین) کے لیے حکم دیا کہ پاؤں سے لے کر گلے تک زنجیر میں جکڑ دیے جائیں چنانچہ زنجیریں، بیڑیاں اور طوق ڈال دیے گئے اور محضر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کو بھی ساتھ روانہ کیا۔ جب مستورات اور شہداء کے سر یزید کے پاس آئے تو اس نے شام کے اشراف کو بلا کر اپنے گرد بٹھایا۔ پھر حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) اور امام حسین کی بیویوں اور بچوں کو بلایا انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لایا گیا تو لوگ دیکھ رہے تھے۔

یزید بن معاویہ نے علی بن حسین کو کہا

یزید نے علی بن حسین کو کہا کہ اے علی، تمہارے باپ نے میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا دیکھو خدا نے اس سے کیا سلوک کیا ہے۔ علی بن حسین نے جواب دیا:

ما اصاب کم من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرها

''نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں''۔

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ اسے جواب دو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ خالد کو کچھ سمجھ نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے تو پھر یزید نے اسے کہا: وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور معاف کرتا ہے زیادہ سے۔

ابو مخنف نے حارث بن کعب سے بحوالہ فاطمہ بنت علی روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں جب ہمیں یزید بن معاویہ کے سامنے بٹھایا گیا تو اہلِ شام میں ایک شخص نیلگون یزید کے پاس آیا اور کہنے لگا اے یزید! یہ لڑکی (حضرت فاطمہ بنت علی) مجھے دے دو تو میں اس کی بات سے گھبرا کر کانپنے لگی۔ پس میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑ لیا اور وہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ امر جائز نہیں ہے۔ وہ اس شخص سے کہنے لگیں: ''خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور کمینگی کی ہے، یہ بات تیرے لیے اور تیرے امیر (یزید) کے لیے بھی جائز نہیں ہے''۔

(البدایہ والنہایہ ج:8)

ایک شامی خبیث کی حضرت سیدہ فاطمہ کے بارے میں بکواس

ابن جریر لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت علی بیان کرتی ہیں کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جا کے بٹھائے گئے تو اس وقت ایک سرخ رنگ آدمی اہلِ شام سے یزید کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا اے امیر! یزید اس عورت (فاطمہ بنت علی) کو مجھے دے دو۔ فاطمہ بنت علی فرماتی ہیں میں ڈر گئی میں نے اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑا وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں، جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ بول اٹھیں: ''اے شامی! تو نے جھک ماری، تو نے بیہودہ و بدکار بات کی، تیری مجال نہیں ہے اور نہ یزید کی''۔

(تاریخ طبری ص:287، ج:4)

علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ جب امام زین العابدین اور مستورات کو قیدی بنا کر کربلا میں سے دمشق میں یزید خبیث کے پاس لایا گیا اور ان کو یزید کے سامنے بٹھایا گیا تام رجل من اهل الشام فقال ان سباء هم لنا حلال فقال علی بن حسین کذبت ولومت ما ذالك لك الا ان تخرج من ملتنا و تاتی بغیر دیننا۔

(طبقات ابن سعد ص:212، ج5)

امام زین العابدین کا شامی خبیث کو جواب

اہلِ شام سے ایک آدمی کھڑا ہوا وہ کہنے لگا کہ یہ قیدی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں تو علی بن حسین (امام زین العابدین) نے اس شامی کو کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے اگر تو مر بھی جائے تو یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ تو ہمارے مذہب سے نکل جائے اور کسی غیر مذہب میں داخل ہو جائے یعنی امام زین العابدین نے اس شامی کو کہا کہ یہ قیدی خواتین جو اہلِ بیت رسول سے ہیں تمہارے لیے حلال نہیں ہیں اگرچہ تو مرنے تک بھی کوشش کرتا رہے، یہ کسی مسلمان کے لیے جوان کی کفو میں سے نہیں ہرگز جائز اور حلال نہیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی غیر سید کے لیے سیدزادی کے ساتھ نکاح کرنا حلال اور جائز نہیں ہے۔ غرضیکہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اس شامی اور یزید کو کہا کہ یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے اور امام زین

العابدین نے بھی فرمایا کہ یہ خواتین اہل بیت تمہارے لیے جائز نہیں ہیں۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح منعقد نہیں ہوتا

امام عیسیٰ بن امام زید شہید ابن امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا ہے کہ غیر سید مرد کے لیے سیدزادی ہم کفوء نہیں ہے اور غیر سید کا نکاح سیدزادی سے جائز نہیں ہے۔ (مقاتل الطالبین ص:347)

اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا چنانچہ فرماتے ہیں:

ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ (در مختار بمعہ رد المختار ص56 ج3) وردی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفوء وعلیہ فتوی قاضی خان (شرح وقایہ ص:18، ج:2) والمختار فی زماننا للفتویٰ روایۃ الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ قاضی خان ص335)

کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا اسی پر فتویٰ ہے اگر غیر سید نے سیدزادی کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا خواہ اس کا ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ خواجہ خواجگان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں پس نکاح مذکورہ یعنی غیر سید کا سیدزادی کے ساتھ جائز نہیں ہے اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے جیسے کہ درمختار میں ہے۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سیدزادی کو اس غیر سید سے جدا کردیں۔

(فتاویٰ مہریہ ص:133)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ نکاح جو غیر سید کا سیدزادی کے ساتھ ہوا ہے بالکل منعقد نہیں ہوا۔ بایں وجہ فرمایا کہ یہ نکاح نہیں ہے بلکہ زنا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سیدزادی کو اس غیر سید سے جدا کردیں۔ قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ (کہ نکاح غیر کفوء میں ہے)

(ملفوظات امیر ملت)

مفکر اسلام علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب گیلانی کا فتویٰ

نابغہ روزگار مفکر اسلام علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ ہر گز ہر گز منعقد نہیں ہوتا کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ نکاح غیر کفوء میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وان لم یکن کفواء لا یجوز النکاح اصلا وھو المختار۔

(فتاویٰ قاضی خان ص:335)

''اور اگر کفوء نہ ہو تو نکاح بالکل منعقد نہیں ہوگا اور اصل سے جائز ہی نہیں ہوگا اور یہی مختار مذہب ہے''۔

فخر سادات علامہ پیر سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی مدظلہ العالی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ سیدزادی کا غیر سید کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا خواہ اس کا ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ بہرصورت سیدزادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے خواہ اس کا ولی وارث راضی ہو یا نہ ہو ہم نے اس مسئلہ کے تفصیلی مباحث اپنی کتاب ''حسب ونسب'' میں ذکر کیے ہیں۔ قارئین حضرات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

یزید بن معاویہ کی سیدہ زینب کے ساتھ گستاخانہ گفتگو

جب شامی ملعون نے یزید خبیث کے ساتھ فاطمہ بنت علی کے بارے میں بدکلامی کی تو سیدہ زینب نے کہا کہ یہ نہ تیرے لیے جائز ہے اور نہ ہی تیرے امیر یزید کے لیے جائز ہے تمہاری مجال ہی کیا ہے کہ اس بارے میں بات کرو۔ یزید غصے اور طیش میں آگیا اور سیدہ زینب کو کہنے لگا کہ تو غلط کہتی ہے اور جھوٹ بولتی ہے۔ سیدہ زینب نے کہا کہ تو حاکم ہے ناحق سخت زبانی کرتا ہے تو مسلط ہے ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غلبہ کرتا ہے اس کے بعد یزید خاموش ہوگیا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ یزید کو کہا کہ یہ کنیز مجھے دے ڈالیے۔ اب یزید نے اس شامی کو کہا کہ دور ہو جا خدا تجھے موت دے کر فیصلہ کردے۔ پھر یزید نے مستورات کے لیے حکم دیا کہ ان کو علیحدہ مکان دیا جائے جہاں یہ وقت گزار سکیں اور علی بن حسین (امام زین العابدین) بھی ان کے ساتھ ہی رہیں چنانچہ ان کو علیحدہ مکان دیا گیا۔

یزید بن معاویہ نے امام زین العابدین کو کہا کہ دیکھ تیرے باپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام زین العابدین اور خواتین اہل بیت کو جب قیدی بنا کر دمشق بھیجا گیا تو یزید بن معاویہ امام زین العابدین سے حسن سلوک سے پیش آیا اور امام حسین کی شہادت اور واقعۂ کربلا پر اظہار افسوس کیا۔ ان مؤرخین کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یزید کو امام زین العابدین اور اہل بیت رسول سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ وہ ان کا دشمن تھا۔ دشمن کے دل میں نہ ہمدردی ہوتی ہے اور نہ خیر خواہی ہوتی ہے۔ یزید نے اگر لوگوں کے سامنے اظہار افسوس کیا ہے تو وہ صرف دکھلاوا کیا ہے۔ اگر اس کے دل میں کوئی ہمدردی ہوتی تو یہ امام زین العابدین کو نہ کہتا کہ اے علی تمہارے باپ حسین نے میری حکومت مجھ سے چھیننا چاہی ہے دیکھو ان سے کیا سلوک ہوا ہے۔ نیز یزید بن معاویہ کو جب ایک شامی کتے نے فاطمہ بنت علی کے بارے میں کہا تھا کہ اے امیر یہ عورت مجھے دے دیجیے تو اس کو منع کیوں نہیں کیا اس کو اپنے دربار سے نکال کیوں نہیں دیا۔ اس شامی کی بکواس پر سیدہ زینب نے فرمایا اے شامی تو نے جھک ماری ہے، بیہودہ بکواس کی ہے، یہ تیری مجال نہیں ہے اور نہ تیرے امیر یزید کی مجال ہے تو یزید خبیث نے سیدہ زینب کو کہا کہ تو غلط کہتی ہے میری مجال ہے اور میرا اختیار ہے میں جس طرح چاہوں کرسکتا ہوں۔

(تاریخ طبری ص:287، ج:4)

یہ ساری بدمعاشی یزید خبیث کی تھی ورنہ شامی ملعون کی کیا مجال تھی کہ وہ فاطمہ بنت علی کے بارے میں یہ بکواس کرتا۔ اب یزید کا یہ خبیثانہ قول اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ یزید کو نہ اہل بیت رسول سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ ہی اس نے ان سے کوئی اچھا سلوک کیا تھا۔ اگر اس نے کوئی بات ہمدردی والی کی ہے تو یہ اس کی صرف ظاہر داری تھی اور لوگوں کو بے وقوف بنانے والی بات تھی۔

بقیہ صفحہ 26 پر

امیرالمومنین خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کا بچپن

ذیشان کلیم معصومی

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان روشن ستاروں کے جھرمٹ میں امیر المومنین، امام المتقین، قاتل المشرکین۔ اشجع الاشجعین، وارث علوم نبی، ساقی کوثر، فاتح خیبر، والد شبیر وشبر، قاتل مرحب وعنتر، منبع رشد و ہدایت، تاجدار الاولیاء، محرم اسرار خفی و جلی، شیر خدا، داماد مصطفی، حیدر کرار، صاحب ذوالفقار، میدان خطابت کے شہسوار، خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کا مقام ومرتبہ منفرد وجدا ہے آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوتراب ہے جو آپ کو رسول پاک ﷺ نے خود عطا فرمائی یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو ابوتراب (یعنی مٹی کا باپ) کہہ کر پکارا جاتا تو آپ بہت خوش ہوتے آپ کے والد حضرت ابوطالب اور دادا حضرت عبدالمطلب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد ہاشمی خاندان کی وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی سیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں سے ہے آپ رشتۂ مواخات میں نبی پاک ﷺ کے بھائی ہیں اور دنیا اور آخرت میں بھی بھائی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل کو خانہ کعبہ میں ہوئی، ولادت کے تین دن تک آپ نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں لوگ کہنے لگے کہ شاید آپ دیکھنے سے قاصر ہیں لیکن جب نبی پاک ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں لیا تو آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں گویا آپ پیدا ہوتے ہی سرکار کے عاشق تھے اور دنیا میں سب سے پہلے جس مقدس ہستی کا آپ پہلی بار دیدار کرنا چاہتے تھے وہ رسول خدا ﷺ کی بابرکت ذات ہے۔ آپ نے رخ مصطفی کی زیارت کے لیے تین دن تک آنکھ ہی نہ کھولی۔

آپ نے حضور پاک ﷺ کے سایۂ رحمت میں اپنی پرورش پائی انھی کی گود میں ہوش سنبھالا اور زبان رسالت کو چوس چوس کر پروان چھڑے اور علم الہٰی کے لامحدود خزانے سینہ نبوت سے حاصل کیے آپ کی پہلی تربیت گاہ ہی گود نبوت و رسالت تھی۔ آپ نے سرکار کی باتیں سنیں، آپ کی عادتیں سیکھیں، اسی لئے تو بتوں کی پوجا کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور آپ کو وجہ اللہ کا لقب عطا ہوا۔ نوعمر لوگوں میں آپ سب سے پہلے اسلام لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۰ سال تھی بعض نے ۹ سال اور کچھ نے ۸ برس یا اس سے بھی کم روایت کی ہے۔ جس روز سرکار مدینہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ کو اپنے بستر رسول پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے بعد کفار مکہ کی امانتیں لوٹا کر آنا آپ نے اللہ کے نبی پاک ﷺ کے حکم کی تعمیل فرمائی عجب بات ہے تلواروں کی چھاؤں میں آپ اتنی سکون کی نیند سوئے کہ ایسی نیند پھر آپ کو کبھی نہ آسکی چونکہ آپ جانتے تھے آج رات موت نہیں آسکتی آپ جیسا بہادر پورے عرب و عجم میں کوئی نہ تھا آپ کی ہیبت و دبدبہ سے بڑے بڑے بہادر لرزہ براندام ہیں آپ نے تمام غزوات میں سوائے غزوہ تبوک کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ۹ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوار کعبہ میں کھڑے ہو کر سورۂ برأت کی تلاوت کی جس سے زمانہ جاہلیت کی رسوم سے خانہ کعبہ پاک ہوگیا۔

۱۰ ہجری میں سرکار کے حکم سے آپ یمن کے سفیر بن کر اہل یمن کو دعوت اسلام دینے گئے جس پر کثیر تعداد نے مذہب حق قبول کیا۔ قدرت نے آپ کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائیں آپ فن کتابت کے بھی ماہر تھے آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک امام رضا رضی اللہ عنہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ آپ مسند قضاء پر بہترین قاضی تھے آپ کے فیصلے آج بھی دنیا کی عدالتوں میں اتھارٹی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو قرآن کے ساتھ باقی سابقہ کتب آسمانی اور صحیفوں کا علم بھی پڑھایا۔ آپ نے علم قرأت، علم الاعداد، علم الفرائض، علم کلام، علم خطابت، علم معانی و بیان، علم منطق، علم صرف ونحو، علم لغت، علم فقہ، علم نجوم، علم رمل، علم جفر، علم نفسیات، علم فروض، علم بدیہیات اور علم حکومت رانی میں وہ انمول موتی سپرد انسانیت کئے کہ رہتی دنیا تک جادۂ حق وصداقت پر چلنے والوں کے لئے مشعل راہ کے طور پر راہنمائی کرتے رہیں گے۔

سرکار مدینہ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی آپ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں ہمیشہ انھیں مفید مشورے دیئے سڑکوں کی تعمیر سے لے کر جنگ کے آداب تک میں مدد فرماتے رہے۔ مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد کسی سے انتقام لینے کی بجائے اسلام کے تحفظ کے لیے کوشاں رہے۔ آپ نے تاجروں اور مزدوروں کی سرپرستی کاشتکاروں سے تعاون، قیدیوں سے اچھا برتاؤ، دشمنوں سے عفو درگزر اتحاد بین المسلمین کی کوششیں، بیوگان و یتامیٰ کی سرپرستی، افسروں پر کڑی نظر جیسے کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔ آپ وہ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے بارے میں لسان نبوت نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے مگر ہارون نبی تھے تم نبی نہیں ہو۔ آپ سے حضور پرنور ﷺ کی ۱۸۶ احادیث مروی ہیں اور جو احادیث آپ کی فضلیت میں وارد ہوئیں اور کسی صحابی کی شان میں وارد نہیں ہوئیں آپ کی شان میں

۳۰۰ قرآنی آیات نازل ہوئیں چونکہ فرمان رسول ﷺ ہے علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں مجھ سے جدا ہو کر کوثر پر مل جائیں گے۔

آپ کی ولایت پر قرآن خود گواہی دے جود وسخا پر قرآن گواہی دے فضل وعطا وبخشش پر قرآن گواہ ہے۔قرآن آپ کی عبادت وریاضت ،زہد واتقاء، کا گواہ ہے آپ کی ذات جامع کمالات ہے۔آپ پروردۂ رسالت ،شہنشاہ اقلیم ولایت ،اور مرکز عقیدت ہیں۔آپ کی خداداد شجاعت تاریخ اسلام میں ضرب المثل بن چکی ہے آپ کے بارے سرکار پرنور ﷺ نے فرمایا جس کا میں صاحب (مولیٰ) ہوں علی بھی اسکا صاحب (مولیٰ) ہے پھر فرمایا الہیٰ جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ پھر فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں آپ کی محبت مومن کی علامت ہے کیونکہ سرکار ﷺ نے فرمایا کے مومن علی سے محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا بلکہ ترمذی میں ابو سعید سے روایت ہے کہ ہم منافق کو بغض علی سے پہچانتے تھے۔ حضرت امیر المومنین مراد رسول خلیفہ دوّم سیدنا عمر فاروق ؓ سے روایت ہے کہ علی ہی سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے کہ علی ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں، آپ شہر علم کا دروازہ ہیں اور اصل میں آپ کا علم علوم مصطفیٰ کا کرشمہ اور پرتو ہے۔ہم حضرت علی ؓ کو مشکل کشا مان کر ان کی عظمتوں ،کو جراٗتوں اور بہادری کو سلام کرتے ہیں۔آپ اسد اللہ اور شیر خدا ہیں، آپ تمام اذکیاء، اصفیاء، غوث، اغواث، قطب ،قطب الاقطاب ،فرد الافراد اور تمام کاملین کے امام و پیشوا ہیں۔

طریقت کے ۴ سلاسل ہیں اوّل سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے ہے باقی تمام سلاسل طریقت کے آپ امام ومقتداء ہیں آپ ہی کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں جبکہ علی اور میں ایک درخت سے ہیں۔ پھر فرمایا کہ علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے حضرت علی ؓ سرکار کے سچے غلام اور عاشق رسول تھے محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ سرکار دو عالم جب کبھی حالت جلال کی کیفیت میں ہوتے تو سوائے حضرت علی ؓ کے کسی کی مجال نہ تھی کہ سرکار سے گفتگو کرسکے۔آپ میں ۱۸۔ایسی صفات تھیں جو کسی صحابی میں نہیں۔سرکار ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو تکلیف دی اس نے خود مجھے تکلیف دی دوسری روایت میں ہے کہ جس نے علی کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا ،جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی گویا اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا ،جو فضیلت آپ کو ملی وہ کسی کو نہ ملی چنانچہ حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول میں سے بعض کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی کے صحن کی طرف کھلتے تھے سرکار نے فرمایا ان تمام دروازوں کو بند کردو سوائے باب علی ؓ کے۔ حالت غسل واجب میں پوری کائنات میں سوائے نبی پاک ﷺ اور حضرت علی ؓ کے مسجد میں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ آپ تمام صحابہ بالخصوص حضرت ابوبکر ؓ ،حضرت عمر فاروق ؓ ،حضرت عثمان غنی ؓ ، سے مثالی محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے نکاح کے گواہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ، حضرت عمر فاروق ؓ ہیں آپ کا سب سے بڑا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی شادی سیدہ ،طیبہ، طاہرہ، زاہدہ، کاملہ ،عابدہ خاتون جنت ،جگر گوشۂ رسول کریم ﷺ حضرت بی بی فاطمہ سے ہوئی۔درحقیقت جو آپ کی ولایت کا منکر ہے ،وہ نبوت کو منکر ہے جو فیض علی کا منکر ہے، وہ فیض رسول کا منکر ہے ،جو حب علی کا منکر ہے وہ حب رسول کا منکر ہے اور جو حب رسول کا منکر ہے وہ حب خدا کا منکر ہے چنانچہ سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایمان لایا میری نبوت کی تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ولایت علی کو مانے ،جس نے علی کی ولایت کو مانا اس نے میری نبوت کو مانا۔

سیدہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت علی ؓ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا علی سے زیادہ علم سنت کے جاننے والا کوئی نہیں ہے حضرت علی ؓ میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی ،مضبوطی ،اور استقلال موجود تھا آپ احکام فقہ وسنت میں ماہر تھے۔آپ جسم کے فربہ تھے۔نہایت قوی میانہ قد مائل بہ پستی تھے، رنگ گندمی تھا۔آپ کی ریش مبارک گھنی اور دراز تھی جو آج کل کے (مومنین) جوان کی محبت کا ہر پل دم بھرتے ہیں ان کے لئے نمونہ ہے۔آپ فرماتے کہ مجھے نبی پاک ﷺ سے علم ایسے ملا جیسے پرندہ اپنے بچے کو غذا دیتا ہے۔کسی نے کہا حضرت علی ؓ کیا یہ مثال درست نہیں کہ جیسے ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو حضرت علی ؓ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ اس لئے کہ ماں کھاتی کچھ ہے پلاتی کچھ ہے یعنی اناج کھا کر دودھ پلانے سے چیز کی اصلیت میں تغیر وتبدل واقع ہو جاتا ہے جبکہ پرندہ جو خود کھاتا ہے وہی دانہ من وعن بچے کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔آپ بہت کامل واکمل تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی نماز قضاء نہیں کی۔آپ ۱۱ ماہ کے روزے رکھتے تھے اور ایک شب میں ہزار نوافل ادا کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ کی مقدس تعلیمات پر چل کر ہم اپنا دین دنیا آخرت سب سنوار سکتے ہیں۔ اللہ ان کاملین کے صدقے میرے وطن عزیز پاکستان اور تمام عالم اسلام کی حفاظت فرمائے اور ہماری انفرادی و اجتماعی مشکلات کو آسان فرمائے اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز اپنی عمومی زندگی میں خواب وخیال پر کم ہی یقین رکھتے تھے۔آپ پائیدار، ٹھوس، مستحکم اور دیرپا قدروں کے پاسبان تھے، اس لیے آپ کی زبان اور آپ کے عمل میں ہمیشہ قرآن وسنت کا نور شامل رہتا تھا، تاہم پھر بھی مخصوص حلقوں میں آپ خوابوں کی تعبیر بھی ارشاد فرمادیتے اور بعض اوقات اپنی خوابیں بیان بھی فرمادیا کرتے تھے۔

سید ریاض حسین شاہ زیدہ مجدہ کی
شہرۂ آفاق کتاب "سنابلِ نور" سے ایک اقتباس

منجانب: نائس بیکرز۔لاہور

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

سید ریاض حسین شاہ

سچائی گلابوں کی طرح مہکتی ہے لیکن اس کی مہک تنہا پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ جھوٹ، تصنع، ریاکاری، بغض اور حسد کے کانٹے بھی اُگتے ہیں۔ کوٹلی ہی کی بات ہے، ظہر کی نماز ادا ہو چکی تو امام مسجد نے سامعین کو مخاطب کیا اور کہا ''سادات کوٹلی'' کو حماقتوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے کہ وہ سید ہونے کے باوجود لالہ محمد جمشید سے دھڑا دھڑ بیعت ہو رہے ہیں وہ کوہستانی ہیں، ذات نجانے کیا ہے، سید کی بیعت غیر سید کے ہاتھ پر جائز ہوتی تو امام حسین پاک یزید پلید کی بیعت کر لیتے، حسد کا غبار مسجد میں اٹھا، رقابتوں کی آندھیاں چلیں، طعنوں اور الزامات کے تیر چست کئے گئے۔ حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ کے کچھ متوسلین اور چند بغیض حاسدین آپ کی محفل میں جا پہنچے آپ کے سامنے یہی مسئلہ اٹھایا گیا آپ نے کمال صبر، تحمل اور متانت سے ارشاد فرمایا:

اس میں شک نہیں کہ میں سید نہیں ہوں بلکہ سادات کی غلامی کو باعث فخر گردانتا ہوں۔ میرا اصل علاقہ کوئل پتن ہے۔ میرے والد بزرگوار مہربان شاہ سادات کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ساری زندگی اپنے مکان کی چھت پر صرف اس لیے نہیں چڑھے کہ پڑوس میں خانوادہ رسول ﷺ کے چند گھرانے تھے۔ اہل بیت کی محبت اور احترام ہماری گھٹی میں ڈالا گیا ہے لیکن یہ سادات ہی کا سبق ہے کہ جو کسی کے لیے مٹتا نہیں وہ کچھ پاتا نہیں۔ ہمارا مقصد پیری مریدی نہیں بلکہ مل کر کسی کو تلاش کرنا ہے۔ کسی کے عشق میں جلنا ہے اور یہ کہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

پھر آپ نے ایک حدیث شریف کا مضمون بیان کیا جو اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قوموں کو ضرور اس بات سے رُک جانا چاہیے کہ وہ اپنے مردہ آباؤ اجداد پر فخر کریں اس لیے کہ وہ یا تو دوزخ کے کوئلے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو گندگی کو ناک سے دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے آباؤ اجداد پر فخر کرنے اور غرور و جہالت کو دور کر دیا ہے، نہیں ہے سوائے اس کے یا تو وہ تقویٰ دار مومن ہے یا بد بخت فاجر، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ نے اس کے بعد خوش طبعی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:

میں وادئ تناول میں سادات کو مرید بنانے کے لیے نہیں آیا بلکہ پیر بنانے کے لیے آیا ہوں۔ یہ موتی ہیں اور بدعات وخرافات کی گرد و غبار نے ان گہر ہائے تابدار کی چمک کو متاثر کر رکھا ہے۔ یقیناً تقویٰ کی راہ پر چلنا ہی ہم سب کے لیے بھلائی رکھتا ہے۔ حضور صلی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر متقی اور پرہیزگار میری آل سے ہے۔

آنکھیں بند فرمائیں اور زور سے فرمایا:

توبہ۔۔۔۔۔توبہ

چھوڑ وان باتوں کو آؤ مل کر ذکر کرتے ہیں۔

حلقہ بنایا گیا۔ اچھی طرح یاد پڑ رہا ہے کہ شبنمی رُت تھی اور گھنے درختوں سے چاندنی چھن چھن کر حلقہ ذکر پر نچھاور ہو رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے ستارے بھی اپنے حسن فتنہ شکن کے ساتھ شریک ذکر ہوں۔ دعا کے لیے آپ نے ہاتھ اٹھائے جیسے آپ نے روحوں کو اپنے ہاتھوں پر رکھ کر حظیرہ قدس میں داخل کر دیا ہو۔

ہائے وہ راتیں
ملاقاتیں
اور باتیں

خدا کے نور کو چھو کر یہ سوچتا ہوں ندیم
کہاں کہاں مجھے لائی میرے خیال کی رو

میں وادئ تناول میں سادات کو مرید بنانے کے لیے نہیں آیا
بلکہ پیر بنانے کے لیے آیا ہوں

فرمانِ لالہ جی علیہ الرحمۃ

شیرِ خدا
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

واہ کیا مرتبہ ہے فاتحِ خیبر تیرا
موردِ آیۂ تطہیر ہے گھر بھر تیرا

ہے عیاں موسیٰ و ہارون کی تشبیہ سے یہ
قلب ہے بحرِ نبوت کا شناور تیرا

تشنگانِ لبِ کوثر کا سہارا تُو ہے
تیرا کوثر ہے کہ ہے ساقیِ کوثر تیرا

بابِ گنجینۂ اسرار ترا سینہ ہے
قبلۂ اہلِ طریقت نہ ہو کیوں در تیرا

پاس زہرا ہیں تو زانوں پہ حسین اور حسن
گھر ہے انوارِ رسالت سے منور تیرا

بن گیا بہرہ ورِ حُسنِ رسالت ہو کر
مطلقِ نورِ صداقت رخِ انور تیرا

کفر ہے لرزہ بر اندام تری ہیبت سے
دبدبہ مانتے ہیں مرحب و عنتر تیرا

مجھ کو آیا ہے نظر نسخۂ اکسیر یہی
شوق دل میں ہو ترا نام ہو لب پر تیرا

ہے یہی فیض کے ایماں کی دلیلِ محکم
ذکر کرتا ہے شب و روز یہ اکثر تیرا

صاحبزادہ سید
فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

شیخ فریدالدین عطار

تعارف

آپ کا اسم گرامی نعمان، والد کا نام ثابت اور آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے اور آپ علم شریعت کے مہر و ماہ بن کر آسمان طریقت پر روشن ہوئے اور آپ نہ صرف رموز حقیقت سے آگاہ تھے بلکہ دقیق سے دقیق مسائل وعلوم کے معانی ومطالب واضح کر دینے میں مکمل درک رکھتے تھے اور آپ کی عظمت وجلالت کی یہ دلیل ہے کہ غیر مسلم بھی آپ کی تعریف واحترام کرتے تھے اور آپ کی عبادت وریاضت کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے۔آپ کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے شرف نیاز حاصل رہا اور حضرت فضیل، حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت بشر حافی وغیرہم ہستیاں آپ کے تلامذہ میں شامل رہیں۔

سبق آموز جواب

آپ کی کنیت کا عجیب وغریب واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا کہ جب مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں؟ آپ نے کہا کہ اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا اور اس الجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے اور جب آپ کی صاحبزادی حنیفہ نے الجھن کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عورتوں کا سوال پیش کر کے فرمایا کہ اس کا جواب دینے سے میں قاصر ہوں اور میری الجھن کا یہی سبب ہے۔یہ سن کر صاحبزادی نے عرض کیا اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں ان عورتوں کا جواب دے سکتی ہوں، اور جب آپ نے وعدہ کر لیا تو صاحبزادی نے عرض کیا کہ ان عورتوں کو میرے پاس بھجوا دیئے، چنانچہ جب وہ عورتیں آگئیں تو صاحبزادی نے ایک پیالی ہر عورت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اپنی اپنی پیالی میں تم سب تھوڑا تھوڑا سا اپنا دودھ ڈال دو۔اس کے بعد ایک بڑا پیالہ ان کو دے کر کہا کہ اب سب پیالوں کا دودھ اس میں ڈال دو اور جب عورتوں نے یہ عمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم سب اس میں سے اپنا اپنا دودھ نکال لو لیکن عورتوں نے عرض کیا کہ یہ تو ناممکن ہے صاحبزادی نے عرض کیا کہ جب دو شوہروں کی شرکت میں تمہاری اولاد ہو گی تو تم یہ کیوں کر بتا سکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے اس جواب سے وہ عورتیں ششدر رہ گئیں اور امام صاحب نے اسی دن سے ابوحنیفہ کی کنیت اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی نام سے زیادہ کنیت کو شہرت عطا کی۔

جس وقت مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر یہ کہہ کر سلام پیش کیا کہ السلام علیکم یا سید المرسلین تو جواب ملا وعلیکم السلام یا امام المسلمین، بتایئے یہ شرف آپ جیسے خوش بختوں کے سوا کس کو نصیب ہو سکتا ہے۔

سچا خواب

جب آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی ہڈیوں کو مزار اقدس سے نکال کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کر آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے تعبیر خواب دریافت کی، انہوں نے کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنتِ نبوی کے پرکھنے میں وہ مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ احادیث صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی۔اس کے بعد جب دوبارہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے لہٰذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔

تقویٰ

آپ بہت ہی محتاط قسم کے لوگوں میں سے تھے چنانچہ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت نے تمام علماء سے ایک عہد نامہ تحریر کرا کر قاضی وقت امام شعبی کے پاس دستخط کے لیے بھجوایا اس لیے کہ آپ ضعیفی کی وجہ سے اجتماع علماء میں شریک نہیں تھے، چنانچہ آپ نے اپنی مہر ثبت کر کے دستخط فرما دیے لیکن جب یہ عہد نامہ حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ امیر المومنین بذات خود یہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا یا تو وہ اپنی زبان سے حکم دیں یا میں خود وہاں چلوں جب ہی دستخط کر سکتا ہوں، جب خلیفہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے امام شعبی سے دریافت کروایا کہ کیا گواہ کے لیے دیدار بھی شرط ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یقیناً دیدار شرط ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے بغیر مجھے دیکھے ہوئے دستخط کیسے کر دیے۔انہوں نے کہا کہ چونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ آپ ہی کا حکم ہے اس لیے دستخط کر دیے، خلیفہ نے کہا کہ قضا کے عہدے پر فائز ہو کر آپ نے خلاف شرع کام کیا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس عہدے پر کسی اور کا تقرر کر دوں چنانچہ خلیفہ کے مشیروں نے امام ابو حنیفہ، حضرت سفیان، حضرت شریح اور حضرت مشعر کے نام قاضی کے عہدے کے لیے پیش کیے اور جب طلبی پر چاروں حضرات دربار کی طرف چلے تو حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں کسی بہانے سے یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا اور سفیان تم فرار ہو جاؤ اور مشعر تم پاگل بن جاؤ اس طرح شریح کو اس کے عہدے کے لیے منتخب کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ تو راستہ ہی میں سے فرار ہو گئے اور جب یہ تینوں داخل دربار ہوئے تو خلیفہ نے

امام ابوحنیفہ کو عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں عربی النسل نہیں ہوں اس لیے سرداران عرب میرے فتاویٰ کو غیر مستند تصور کریں گے لیکن اس وقت جعفر بھی دربار میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ قاضی کے لیے نسب کی ضرورت نہیں بلکہ علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے لیکن میں اپنے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں پاتا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ جھوٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹے کو یہ عہدہ تفویض نہیں کیا جاسکتا اور اگر میرا قول سچا ہے تو جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت نہ ہو وہ خلیفہ کا نائب و قاضی کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے حضرت مشعر کو عہدہ قبول کرنے کو کہا لیکن وہ پاگل بن گئے، دوڑ کر خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور بیوی بچوں کی خیریت معلوم کرنے لگے، چنانچہ خلیفہ نے دیوانہ سمجھ کر ان کو بھی چھوڑ دیا لیکن جب حضرت شریح سے اصرار کیا تو انہوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا لیکن امام ابوحنیفہ نے تمام عمر ان سے ملاقات نہیں کی۔

بصیرت

کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور گیند اتفاق سے امام ابوحنیفہ کی مجلس میں آپ ہی کے سامنے آگری اور بچوں میں سے خوف کے مارے کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھالے لیکن ایک لڑکے نے بھاگ کر آپ کے سامنے سے جب گیند اٹھائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے کیونکہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے اور جب معلومات کی گئیں تو پتہ چلا کہ واقعی وہ لڑکا حرامی ہے۔

ایک شخص آپ کا قرضدار تھا اور اسی کے علاقہ میں موت واقع ہوگئی اور جب امام ابوحنیفہ نماز جنازہ کے لیے وہاں پہنچے، ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا چنانچہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ صاحب خانہ میرا مقروض ہے اس لیے اس کے مکان کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لیے جائز نہیں کیوں کہ حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سود ہے۔

کسی مجوسی نے آپ کو گرفتار کر لیا اور انہیں میں سے کسی جابر و ظالم مجوسی نے آپ سے کہا کہ میرا قلم بنا دیجیے آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں بنا سکتا اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محشر میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ لہٰذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا۔

عبادت

آپ تین سو نفل ہر شب میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص رات میں پانچ سو نفل پڑھتا ہے اور آپ نے ان کی گفتگو سن لی۔ پھر اسی رات سے پانچ سو نفل پڑھنا شروع کر دیے۔ پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفل رات میں پڑھتے ہیں چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفلوں کو معمول بنا لیا پھر آپ کے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ رات بھر بیدار رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے یقیناً پوری رات بیدار رہا کروں گا اور جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''بعض بندے اپنی اس تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور اس دن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک کبھی آپ کو تنہائی یا مجمع میں ننگے سر اور ٹانگیں پھیلائے نہیں دیکھا اور جب میں نے عرض کیا کہ تنہائی میں کبھی تو ٹانگیں سیدھی کر لیا کیجیے تو فرمایا کہ مجمع میں تو بندوں کا احترام کروں اور تنہائی میں خدا کا احترام ختم کر دوں یہ میرے لیے ممکن نہیں۔

اشارات

ایک رئیس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قلبی عناد رکھتا تھا اور نعوذ باللہ ان کو یہودی کہا کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں ایک یہودی کے ساتھ تیری لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اس نے غصہ سے کہا کہ آپ امیر المومنین ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں میں تو ایسی شادی کو قطعاً حرام تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے حرام کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں ایک یہودی کے نکاح میں دے دیں وہ آپ کا اشارہ سمجھ گیا اور توبہ کر کے اپنے برے خیالات سے باز آگیا۔

ایک مرتبہ آپ حمام خانہ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک برہنہ شخص آگیا اور کچھ لوگوں نے تو اس کو فاسق اور کچھ نے ملحد تصور کیا۔ اس کو دیکھتے ہی امام صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور جب اس شخص نے پوچھا کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی کب سے سلب کر لی گئی، فرمایا کہ جب سے تیرا پردہ سلب کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی قدریہ مسلک والے سے مباحثہ کرتا ہے تو دو باتیں ہوتی ہیں یا تو کافر ہو جاتا ہے یا مذہب سے منحرف، پھر فرمایا کہ میں بخیل کی شہادت اس لیے قبول نہیں کرتا کہ اس کا بخل ہمیشہ اپنے حق سے زیادہ کا طالب ہوتا ہے۔

کچھ لوگ تعمیر مسجد کے سلسلہ میں برکت کے خیال سے امام صاحب سے بھی چندہ لینے پہنچ گئے لیکن یہ بات آپ کو ناگوار سی ہوئی اور شدید اصرار پر آپ نے بادل ناخواستہ ایک درہم دے دیا اور جب آپ کے شاگرد نے سوال کیا کہ آپ تو بہت زیادہ سخاوت سے کام لیتے ہیں، پھر یہ ایک درہم آپ کے لیے کیوں بار ہوگیا، فرمایا کہ کسب حلال مٹی اور پانی میں نہیں ملتی اس لیے ایک درہم کی وجہ سے مجھے اپنے مال میں شک ہوگیا لیکن کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے درہم واپس کرتے ہوئے کہا کہ یہ کھوٹا ہے آپ درہم لے کر بہت مسرور ہوئے۔

فتویٰ وتقویٰ

ایک مرتبہ بازار جا رہے تھے کہ گرد و غبار کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر آ گئے تو آپ نے دریا جا کر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا فرمایا کہ وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ۔

منقول ہے کہ جب حضرت داؤد طائی کو لوگوں نے اپنا رہنما تسلیم کر لیا تو امام صاحب نے پوچھا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے علم پر عمل پیرا ہو کیوں کہ علم بلا عمل ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔

بقیہ صفحہ 40 پر

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

شیخ فرید الدین عطار

تعارف

آپ بحر شریعت و طریقت کے تیراک اور رموزِ حقیقت کے شناسا تھے، فراست و ذکاوت میں ممتاز اور تفقہ فی الدین میں یکتائے روزگار اور پورا عالم آپ کے محاسن واوصاف سے بخوبی واقف ہے لیکن آپ کی ریاضت وکرامات کا اس تصنیف میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

علمی مرتبہ

آپ نے تیرہ سال کی عمر میں ہی بیت اللہ میں فرما دیا تھا کہ جو کچھ پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو اور پندرہ سال کے سن میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا حضرت امام احمد بن حنبل آپ کا بہت احترام اور خدمت کیا کرتے تھے اور جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ آپ جیسے اہل علم کے لیے ایک کم عمر شخص کی مدارات کرنا مناسب نہیں، آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس جس قدر علم ہے اس کے معانی ومطالب سے وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہے اور اسی کی خدمت سے مجھے احادیث کے حقائق معلوم ہوتے ہیں اور اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو ہم علم کے دروازے پر ہی کھڑے رہ جاتے اور فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند رہ جاتا اور اس دور میں وہ اسلام کا سب سے بڑا محسن ہے۔ وہ فقہ، معانی اور علوم لغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور حضور اکرم ﷺ کے اس قول کے مطابق کہ ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ اہل علم اس سے علم دین حاصل کریں گے اور اس صدی کی ابتدا امام شافعی سے ہوئی ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ امام شافعی کے دور میں ان سے زیادہ دانشور اور کوئی نہیں اور حضرت بلال خواص کا قول ہے کہ میں نے حضرت خضر سے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے فرمایا کہ ان کا شمار اوتاد میں ہوتا ہے۔

ابتدائی دور میں آپ کسی کی شادی یا دعوت میں شریک نہ ہوتے اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور حضرت سلیم راعی کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض باطنی سے فیض یاب ہوتے اور آہستہ آہستہ ایسے عروج کمال تک رسائی حاصل کر لی کہ اپنے دور کے تمام مشائخ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ گو میں شافعی مسلک سے متعلق نہیں لیکن امام صاحب کے بلند مراتب کی وجہ سے ان کے عقیدت مندوں میں ہوں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی امت کا ایک فرد ہوں، پھر حضور ﷺ نے اپنے نزدیک بلا کر اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جا اللہ تجھے برکت عطا کرے، پھر اسی شب خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی میں سے اپنی انگشتری نکال کر میری انگلی میں ڈال دی۔

حاضر دماغی

آپ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ اس کے بعد ایک شخص آ کر وہ صندوق لے گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد دوسرے شخص نے آ کر صندوق طلب کیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں۔ اس نے کہا کہ جب ہم دونوں نے ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو کیسے دے دیا؟ اس جملہ سے آپ کی والدہ کو بہت ندامت ہوئی لیکن اسی وقت امام شافعی بھی گھر میں آ گئے اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے کہا تمہارا صندوق موجود ہے لیکن تم تنہا کیسے آ گئے اپنے ساتھی کو ہمراہ کیوں نہیں لائے ہو پہلے اپنے ساتھی کو لے آؤ یہ جواب سن کر وہ شخص ششدر رہ گیا۔

جس وقت آپ امام مالک کے پاس پہنچے تو ان کی عمر سترہ سال تھی چنانچہ ان کے دروازے پر اس نیت سے کھڑے رہتے جو شخص امام مالک سے فتوے پر دستخط لے کر نکلتا تو آپ بغور اس کا مطالعہ کرتے اور اگر جواب صحیح ہوتا تو اس شخص کو رخصت کر دیتے اور اگر کوئی خامی نظر آتی تو واپس دوبارہ امام مالک کے پاس بھیج دیتے اور وہ غور کرنے کے بعد نہ صرف اس خامی کو دور کر دیتے بلکہ امام شافعی کے عمل سے بہت مسرور ہوتے۔

خلیفہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر تکرار ہوگئی تو زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو اور ہارون رشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تیرے اوپر طلاق ہے۔ یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن محبت کی زیادتی کی وجہ سے جب جدائی کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو تمام علماء کو بلا کر پوچھا کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی؟ لیکن کسی کے پاس اس کا جواب نہ تھا اور امام شافعی بھی کم سنی کے باوجود ان علماء کے ساتھ تھے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں اور اجازت کے بعد خلیفہ سے پوچھا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی؟ خلیفہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا تم تخت سے نیچے آ جاؤ کیوں کہ علماء کا مرتبہ تم سے بلند ہے چنانچہ اس نے نیچے آ کر آپ کو تخت پر بٹھا دیا پھر آپ نے سوال کیا کہ تمہیں کبھی ایسا موقع بھی ملا ہے کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوف الٰہی سے گناہ سے باز رہے ہو۔ اس نے قسمیہ عرض کیا کہ ہاں ایسے مواقع بھی

آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جنتی ہو اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ قصد گناہ کے بعد جو شخص خوفِ خدا سے گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے یہ جواب سن کر تمام علماء نے داد دیتے ہوئے کہا کہ جس کا کم سنی میں یہ عالم ہو تو خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے۔

ادب و احترام

آپ سادات کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دوران سبق سیدوں کے کم سن بچے کھیل کود رہے تھے اور جب وہ نزدیک آتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دس بارہ مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔

انکسار

کسی رئیس نے کچھ رقم اہل تقویٰ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے مکہ معظمہ ارسال کی اور اس میں سے کچھ رقم لوگوں نے پیش کی لیکن آپ نے سوال کیا کہ یہ رقم کس کی ہے اور کن لوگوں میں تقسیم کرنے کو بھیجی گئی ہے؟ جواب ملا کہ اہلِ تقویٰ درویشوں میں تقسیم ہونے کے لیے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اہلِ تقویٰ نہیں ہوں۔ اس لیے یہ مجھ پر حرام ہے۔

کرامت

حاکم روم کچھ رقم سالانہ ہارون رشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے جب تک تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کردوں گا چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو مجتمع کر کے حضرت امام شافعی کو مناظرہ پر آمادہ کیا اور آپ نے پانی کے اوپر مصلیٰ بچھا کر فرمایا کہ یہاں آ کر مناظرہ کرو یہ صورت حال دیکھ کر سب ایمان لے آئے اور جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا اس لیے کہ اگر وہ شخص آ جاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔

احتیاط

آپ بیت اللہ کے اندر چاند کی روشنی میں مصروف مطالعہ تھے تو لوگوں نے کہا کہ اندر شمع کی روشنی میں مطالعہ کیجیے لیکن آپ نے جواب دیا کہ روشنی بیت اللہ کے لیے مخصوص ہے اس میں مطالعہ کرنا میرے لیے جائز نہیں۔

حافظہ

آپ حافظ نہیں تھے اور کچھ لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کر دی کہ امام شافعی حافظ نہیں ہیں تو اس نے بطور آزمائش رمضان میں آپ کو امام بنا دیا۔ چنانچہ آپ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کر کے رات کو تراویح میں سنا دیا کرتے تھے اس طرح ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔

نکات

آپ ایک حسینہ پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے نکاح کرنے کے بعد صرف صورت دیکھ کر اور مہر ادا کر کے طلاق دے دی۔ جب امام شافعی نے امام حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک عمداً نماز ترک کر دینے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کی کیا شکل ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرے۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ کافر کی تو نماز ہی درست نہیں یہ سن کر آپ ساکت رہ گئے۔

ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو بلکہ عبادت میں برابری کی کوشش کرتے رہو کیوں کہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کی ساتھی ہے اور کبھی کسی مُردے سے حسد نہ کرو کیوں کہ دنیا میں سب مرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے سب مُردے ہیں لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔

ایک مرتبہ آپ گزرے ہوئے وقت کی جستجو میں نکلے تو صوفیا کی ایک جماعت نے کہا کہ گزرا ہوا وقت تو ہاتھ نہیں آتا لہٰذا موجودہ وقت ہی کو غنیمت جانو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو مراد حاصل ہو گئی کیوں کہ تمام دنیا کا علم مجھ کو حاصل نہیں ہوا اور میرا علم صوفیاً کے علم تک نہیں پہنچا اور صوفیاء کا علم انہیں کے ایک مرشد کے اس قول تک نہیں پہنچا کہ موجودہ وقت شمشیر قاطع ہے۔

عالم نزع میں آپ نے وصیت نامہ میں تحریر کر دیا تھا اور زبانی بھی لوگوں سے کہہ دیا کہ فلاں شخص سے کہہ دینا کہ وہ مجھ کو غسل دے لیکن وفات کے بہت عرصہ بعد وہ شخص مصر سے واپس آیا تو لوگوں نے وصیت نامہ اور زبانی وصیت اس تک پہنچا دی چنانچہ وصیت نامہ میں تحریر تھا کہ میں ستر ہزار کا مقروض ہوں یہ پڑھ کر اس شخص نے قرض ادا کیا اور لوگوں سے کہا کہ غسل سے آپ کی یہی مراد تھی۔

ربیع بن سلیمان نے امام صاحب کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا فرمایا؟ کہ سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتی نچھاور کیے گئے اور اپنی رحمتِ بے کراں سے مجھے نواز دیا۔

''بقیہ اہل بیت اطہار''

چنانچہ یزید کے گھرانے کی عورتوں اور حضرت معاویہ کی بیٹیوں نے جب مستوراتِ اہل بیت کی خستہ حالی کو دیکھا تو انہوں نے یزید کو کہا کہ ان مستورات کا سامان اور کپڑے وغیرہ تمہاری فوج نے چھین لیے ہیں ان کو کچھ سامان اور استعمال کے لیے کپڑے وغیرہ تو دے دو تو یزید نے اپنی عورتوں کے کہنے پر ان کو کچھ کپڑے وغیرہ دیے اور ظاہری طور پر کچھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ یزید کی ظاہری ہمدردی دیکھ کر حضرت سیدہ سکینہ نے فرمایا کہ یزید نے کافر ہو کر اچھا رویہ اختیار کیا تھا۔

چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اپنی گھر والی عورتوں سے کہا کہ کیا کیا چیزیں مستورات اہل بیت سے لوٹ لی گئیں اور جس بی بی پاک نے جو کچھ بتایا اس کا دوگنا یزید نے دیا تو سیدہ سکینہ کہا کرتی تھیں میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا۔

(تاریخ طبری ص:290، ج:4)

حضرت سکینہ نے فرمایا کہ یزید کافر تھا

حضرت سیدہ سکینہ نے جو یہ کہا ہے کہ یزید کافروں میں سے اچھا کافر تھا یہ اس لیے کہا ہے کہ سیدہ سکینہ نے چونکہ کربلا کا تمام واقعہ دیکھا تھا اور یزیدیوں کا وحشی پن اور ظلم و ستم اور اپنے ابا جان اور بھائیوں کے شہید ہونے کو بھی دیکھا تھا۔ جب دمشق آئیں تو آپ یہی سمجھتی تھیں کہ یہاں یزید بھی پھر ہمارے ساتھ اسی طرح ظلم و ستم کرے گا جیسے کہ اس نے کربلا میں کرایا ہے مگر کربلا میں ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ یہاں دمشق میں یزید نے کوئی ایسا کرتوت نہیں کیا جو کربلا میں ہوا اور نہ ہی سیدہ سکینہ نے دمشق میں یزید کا کوئی ظلم و ستم دیکھا بلکہ یزید نے اپنی گھر والی عورتوں کے کہنے پر اہلِ بیت کے ساتھ ظاہری طور پر ہمدردی کا اظہار کیا اس کو دیکھ کر سیدہ سکینہ نے کہا کہ میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا ورنہ اچھائی اس میں کیا تھی۔ اس نے ہی امام حسین کو کربلا میں شہید کرایا۔

چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

انہ قتل الحسین و اصحابہ علیٰ یدی عبید اللہ بن زیاد۔

(البدایہ والنہایہ ص:222، ج:8)

امام المحدثین حضرت مولانا

سید محمد دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ العزیز

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مرجع الفقہاء والمحدثین مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی 1273ھ/1856ء بروز پیر محلّہ نواب پورہ الور میں پیدا ہوئے۔(1)۔ آپ کے عمِ مکرم، باخدا بزرگ مولانا سید نثار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"بیٹی! تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دینِ مصطفوی کو روشن کرے گا اس کا نام دیدار علی رکھنا"(2)۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباء واجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور الور میں قیام پذیر ہوئے۔

آپ نے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں الور میں مولانا قمر الدین سے پڑھیں، مولانا کرامت اللہ خاں سے دہلی میں درسی کتابوں اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ فقہ ومنطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری سے کی، مسندِ حدیث مولانا احمد علی محدث سہار نپوری اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے حاصل کی، حضرت شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم درس تھے۔

آپ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، سلسلۂ چشتیہ میں حضرت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی اور سلسلۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خلیفۂ مجاز ہوئے(3)۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے درمیان بہت گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ذکر کیا اور ملاقات کی رغبت دلائی، حضرت سید المحدثین نے فرمایا:

"بھائی مجھے ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے، وہ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے، طبیعت سخت ہے"۔

لیکن حضرت صدر الافاضل دوستانہ روابط کی بنا پر بریلی لے ہی گئے، ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے عرض کی حضور مزاج کیسے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

"بھائی کیا پوچھتے ہو پٹھان ذات ہوں، طبیعت کا سخت ہوں"۔

کشف کی یہ کیفیت دیکھ کر مولانا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، سر عقیدت نیازمندی سے جھکا دیا اس طرح بارگاہِ رضوی سے نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم ہوگیا(4)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ اور آپ کے قابلِ صد فخر فرزند مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا سید ابو البرکات مدظلہ العالی کو تمام کتبِ فقہ حنفی کی روایت کی اجازت فرمائی (5) اور اجازت وخلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد و وظائف کی اجازت فرمائی۔ تکمیلِ علوم کے بعد ایک سال مدرسہ اشاعت العلوم رامپور میں رہے۔ 1325ھ 1907ء میں الور میں "قوت الاسلام" کے نام سے ایک دار العلوم قائم کیا پھر لاہور تشریف لا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے۔

1325ھ/1907ء میں مولانا ارشاد حسین رام پوری کے ایماء پر آگرہ میں شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ 1340ھ/1922ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے(6) اور مسجد وزیر خاں میں خطابت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

1343ھ/1925ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دار العلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی جہاں سے سینکڑوں علماء وفضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے۔ آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا دیہات ہوگا جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں(7)۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاجِ تعارف نہیں، بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی، مخالفتوں کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ دے سکے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکتی تھی، علم وفضل کے تو گویا سمندر تھے، کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورۂ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا، آپ کے خلوص وایثار، زہد وتقویٰ، سادگی اور اخلاق عالیہ کے مخالف وموافق سبھی معترف تھے، سنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لیے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں، غازی کشمیر مولانا سید ابو الحسنات قادری صدر جمعیت علماء پاکستان (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد، شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور دامت برکاتہم العالیہ آپ ہی کے فضل وکمال کے عکسِ جمیل ہیں، آپ عربی، اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، آپ کے دیوان پختگیٔ کلام پر شاہد ہیں۔

ہندو پاک میں آپ کی انتھک تدریسی کاوشوں کی بدولت بے شمار تلامذہ نے آپ سے علومِ دینیہ کی تعلیم پائی، آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

بقیہ صفحہ 38 پر

جو باخبر ہے آج، وہی بے خبر ہے آج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک رندِ خودمست کہہ گیا یورپ کے تمام ملک ریاستِ مدینہ کی بنیاد پر ہیں۔ یہ کس نے کہا نام لینا خانقاہی روایت کے خلاف ہے۔ یہ سنا تھا کہ بیمار آدمی کو اپنے وجود سے بو آتی ہے لیکن سماعتوں نے یہ رنگ کبھی نہیں چرائے تھے کہ بدبو خوشبو محسوس ہو۔ کہنے والے کو فکری خطا کا ازالہ بیس مرتبہ مدینہ مدینہ کہہ کر کرنا چاہیے۔ ایک پرانے ادب کا نامور شاعر گزرا ہے اسے تاجور کہتے تھے، مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ عصرِ حاضر کی نئی ریاستوں کی تازہ دھوم اس نے کیسے پا لی۔ صرف التماسِ چندحرفی ملاحظہ ہو کہ یورپ زمین کی تہہ میں ہے اور مدینہ ظلِ عرش خوشبوئیں بانٹ رہا ہے۔ تاجور کہتے ہیں:

سدھ بدھ نہیں کچھ مجھے جہاں کی
ایمان کی لوں خبر کہ جاں کی
اے ساقیٔ خوش صفات ادھر دیکھ
دریوزۂ التفات ادھر دیکھ
ملّاں کی زباں پر ذکرِ ھُوَہ ہے
گیانی کی زباں پر واہ گرو ہے
مندر کے پجاریوں میں ہے شور
گرجا کے بھکاریوں میں ہے شور
مسلم ہیں کہ باخدا بنے ہیں
سِکھ بھی بڑے پارسا بنے ہیں
ہندو ہیں کہ پھیرتے ہیں مالا
عیسائی ہیں محوِ یادِ عیسےٰ!
ساقی کوئی معجزہ دکھا دے
تب جانوں کہ گل کوئی کھلا دے
ہر دل کو سیاہ کار کر دے
ان سب کو گناہ گار کر دے
تُو رقص دکھائے اور یہ ناچیں
تُو بھاؤ بتائے اور یہ ناچیں
اعجاز یہ رقص کا دکھا دے
بوڑھوں کو بھی نوجواں بنا دے
دکھا انہیں شانِ دلربائی
توڑ ان کا غرورِ پارسائی
ہر اک سبو بدوش ہوجائے
ہر نیک شراب نوش ہوجائے
ہر تقوے کو پاش پاش کر دے
قدرت کے بھی راز فاش کر دے
آزاد اسیر حال ہو جائیں
بے فکر غمِ مآل ہو جائیں

پڑھنے کے لیے اشعار اتنے ہی کافی ہیں۔ اجمل نیازی کے آدھے نام پر میرے دوست ذہن اور فکر کی اصلاح کریں، مدینہ جس مٹی سے بنا ہے اس میں تیار ہونے والے لوگ ابوتراب ہوتے ہیں۔ آرزوئے شوق رکھنے والے اگر تُو نمودِ سحر کے رنگوں کو طلعت فشاں دیکھنے کی آرزو رکھنے میں مخلص ہے تو پھر مدینہ کو مدینہ ہی سے تلاش کر۔ روح سوز مغرب سے تجھے انسانیت کی جلی ہوئی راکھ ہی ملے گی۔

رب! یا رب! تیرا کوئی شریک نہیں۔ قافلۂ انسانیت کو ہدایت عطا فرما دے اور عذاب سے محفوظ رکھ اور میرے وطن کی حفاظت فرما۔

آمین

سید ریاض حسین شاہ

صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن

قرآن پاک کے نہایت مؤثر پیغامات

ماسٹر احسان الٰہی قصور

قسط: 21

تربیت و کردار سازی کے حوالے سے ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے ضمن میں قرآن حکیم کے 100 انتہائی مؤثر پیغامات کے پہلے مرحلے میں 25 نکات پیش کیے گئے۔ اس سلسلہ کے دوسرے مرحلہ میں اگلے پیغامات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

26۔ نیکی پہلے خود کرو پھر دوسروں کو تلقین کرو

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا:

"کیا تم حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا اور بھول جاتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ تم بڑے مزے سے کتاب پڑھتے ہو، کیا تمہاری عقل کام نہیں کرتی"۔ (البقرہ آیت: 44)

نیکی، ہدایت، نصیحت، تلقین وہی اثر پذیر ہوتی ہے جس پر خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کو عمل کی ترغیب دی جائے۔ اگر کوئی شخص خود نیکی پر عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو نیکی کا درس دیتا ہے تو اس کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ یہ فعل "اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت" کے مصداق ہوگا۔

ایک دفعہ ایک عورت اپنے بچے کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرا بچہ میٹھا بہت کھاتا ہے جس سے اس کے دانت خراب ہو رہے ہیں اس کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا اسے کل میرے پاس لے کر آنا۔ دوسرے روز وہ خاتون پھر بچے کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئی اور رسول اکرم ﷺ نے بچے پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور پیار سے تلقین کی کہ بیٹا میٹھا زیادہ نہ کھایا کرو۔ خاتون نے حضور ﷺ سے عرض کی پیارے آقا ﷺ! یہ بات تو آپ کل بھی نصیحت فرما سکتے تھے۔ آقا ﷺ نے فرمایا بی بی کل میں نے خود میٹھا کھایا ہوا تھا۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بچے کو اس بات کی نصیحت کروں جس پر میں نے خود عمل نہ کیا تھا۔

27۔ زمین پر برائی نہ پھیلائیں

قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی سورۂ عنکبوت آیت نمبر 36 میں ارشاد ہوا:

"اور مدین کے پاس اس کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا: "اے میری قوم"! اللہ ہی کی عبادت کرو اور یومِ آخرت کی امید رکھو اور زمین میں فساد مچاتے ہوئے زیادتی نہ کرو"

معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا امن وسکون، ترقی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس خواہ مخواہ فساد، لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ اور عدمِ برداشت معاشرہ میں امن وسکون کو غارت کرنے، بے راہ روی اور تباہی و بربادی کی جانب گامزن ہونے کا موجب بنتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں فساد بپا کرنے اور کسی کے ساتھ بے جا ظلم و زیادتی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

28۔ صرف ان کے ساتھ لڑو جو تم سے لڑیں

سورۃ البقرہ آیت نمبر 190 میں ارشاد باری ہے:

"اور لڑو تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

اس آیت میں لڑائی اور جنگ وجدل کے بارے میں وہ وضاحت ہے کہ مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ لڑائی میں پہل کرے اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اس وقت لڑائی کرو جب کوئی خود لڑائی مول لینا چاہے اور دفاع کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ اس صورت میں اسلام اور انسانی زندگی کو بچانے کے لیے ضرور لڑو اور پھر بھی خیال رکھو کہ ضعیف العمر لوگوں، بچوں اور عورتوں پر ہاتھ مت اٹھاؤ اور ان کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے کیونکہ یہ جواں مردوں کے لیے زیبا نہیں ہے۔

29۔ جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ

"اے ایمان والو! جب کافر لوگوں کے کسی بڑے لشکر سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو"۔ (سورۂ انفال: 15)

امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام نے اسلام کی بقا کے لیے 72 نفوس قدسیہ کے ہمراہ یزید لعین، پلید اور لعنتی کے جم غفیر لشکر کا مقابلہ کیا لیکن پیٹھ نہ دکھائی اور رہتی دنیا تک عزم و استقلال اور جرأت و ہمت کی تاریخ رقم کر دی۔

اقبال فرماتے ہیں:

ہو حلقۂ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ایک اور جگہ فرمایا:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ کو بھی اسی کڑی کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

30۔ مذہب میں کوئی سختی نہیں

"دین میں کوئی سختی نہیں، خوب واضح ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اور جو شخص دین کے خلاف سرکش قوتوں کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے بے شک اس نے ایسی گرہ پکی کر لی ہے جسے کبھی کھلنا ہی نہیں اور اللہ بہت سننے والا جاننے والا ہے۔" (البقرہ: 256)

31۔ حیض کے ایام میں مباشرت نہ کرو

"اور پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے بارے

میں فرمایئے وہ گندگی ہے تو عورتوں سے ماہواری کے ایام میں الگ رہا کرو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں ۔ پھر جب وہ اچھی طرح صاف ستھری ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس اس مقام سے جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے، بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتا ہے اور وہ محبت کرتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں سے''۔ (البقرہ:222)

جدید اور قدیم اطباء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حیض کے دوران عورت سے جماع کرنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہوتے ہیں ۔ مرد اور عورت دونوں بانجھ ہوتے ہیں، اولاد پیدا ہی نہیں ہو گی اگر اتفاقاً ممکن ہو بھی جائے تو کمزور اور پولیو کا شکار بچے پیدا ہوتے ہیں ۔ آتشک اور سوزاک جیسے موذی مرض لاحق ہوتے ہیں ۔ عورت کے تناسلی اعضاء میں بہت زیادہ حدت اور تپش پیدا ہونے سے مرد کے لیے مجامعت قابلِ نفرت ہو جاتی ہے ۔ تناسلی مواد گندے جراثیموں کی شکل میں جسموں میں سرایت کر جاتا ہے جو تباہی مچاتا ہے ۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے اور ایسا شخص مخبوط الحواس نظر آتا ہے وغیرہ وغیرہ

32۔ بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ

''اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر حسبِ دستور عورتوں کا کھانا اور پہننا واجب لازم ہے، کسی بھی شخص پر اس کی وسعت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا، بچے کی وجہ سے نہ تو ماں اور نہ بچے والے کو تکلیف میں مبتلا کیا جائے، بچے کے وارث کے لیے بھی ضابطے ایسے ہی ہیں ۔ ہاں اگر ماں اور باپ دونوں باہمی رضا مندی اور مشاورت سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تمہارا ارادہ ہو کہ اپنی اولاد کو ماؤں کے علاوہ کسی اور کا دودھ پلاؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم انہیں سپرد کر دو جو کچھ کہ تم نے حسبِ دستور طے کیا تھا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم جو بھی کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے''۔ (البقرہ:233)

صدیوں کے تجربات اور آج کی جدید طب کی ریسرچ کے بعد انسان پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ماں کا دودھ بچے کے لیے بہترین غذا ہے اور ماں کا دودھ پینے سے اخلاقی، نفسیاتی، عقلی اور جسمانی لحاظ سے شخصیت ساز اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ قرآنی تعلیمات نے صدیوں پہلے حقائق کھول کر بیان کر دیے اور اعلان کر دیا کہ قرآن کے بغیر کوئی قانون پختہ نہیں ہو سکتا۔

33۔ جنسی بدکاری یعنی زنا سے بچو

''اور زنا کے قریب تک نہ جاؤ بلاشبہ وہ انتہائی درجہ کی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے''۔

زنا سے مراد یہ ہے کہ ایک بالغ مرد اور ایک بالغ عورت شرعی نکاح کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ باقاعدہ جنسی تعلق قائم کریں ۔ اس میں فریقین کی رضا مندی شامل ہو اور دونوں عاقل بالغ ہوں اور اس میں جبر و اکراہ کارفرما نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ میں ایسے مرد کو زانی اور عورت کو زانیہ کہا جاتا ہے ۔ اسلام میں زنا کو گناہِ کبیرہ اور جرم عظیم قرار دیا گیا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث میں زنا کی برائی اور اس جرم کی قباحت مروی ہے ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زنا سے تنگدستی پھیلتی ہے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت کوئی زنا کرتا ہے، اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر سائبان کی طرح اوپر اٹھ جاتا ہے اور بعد توبہ واپس آتا ہے ۔

34۔ حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو

''اور فرمایا ان کے نبی نے بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو سالار مقرر کیا ہے وہ بولے اس کی سیادت ہم پر کیسے فائز ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی نسبت حکومت کے اہل ہم زیادہ ہیں اور اسے تو مال میں وسعت بھی نہیں دی گئی، آپ نے فرمایا یقین رکھو اللہ نے اسے تم پر فضیلت کے ساتھ منتخب کر دیا ہے اور اسے فراواں علم اور خوب جسمانی طاقت سے نوازا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہی ہے وسعت نواز بھی اور خوب جاننے والا بھی''۔ (البقرہ:247)

سورۃ البقرہ کی اس آیت کی تشریح میں مفکر اسلام، مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم نے اپنی تفسیر تبصرہ میں نہایت خوبصورت الفاظ رقم فرمائے ہیں ۔

قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ اللہ نے کہا: ''بنی اسرائیل! تم پر طالوت کو حکمرانی کے لیے اس لیے چنا کہ وہ دانائی، عقلمندی، معاملہ فہمی اور علم سے مالا مال ہے اور جسمانی طاقت اور وسعت کے لحاظ سے بھی پرکشش ہے ۔ قرآن مجید نے بڑا زور دے کر بنی اسرائیل کے طرزِ فکر کو رد کر دیا اور کہا دولت و ولت کوئی چیز نہیں اور نسبی تفاخر کی مالا جپتے رہنا صلاحیت ساز نہیں ہو سکتا''۔

ایک اچھا رہبر، ایک خوبصورت رہنما اور ایک پُر عزم سالار وہی ہوتا ہے جس کا یقین اور عقیدہ نبی کی اطاعت میں مضبوط ہوتا ہے ۔ وہ سرِمو اللہ کے نبی سے رشتہ منقطع نہیں کرتا ۔ وہ خداداد علم و دانش سے معاشرے کے لیے سعادت اور ترقی کی راہیں تلاش کر لیتا ہے اور وہ روحانی اسلحہ سے ہر وقت مسلح رہتا ہے ۔ اس کی جسمانی کشش لوگوں کی روحوں کے لیے مقناطیس کا کام کرتی ہے اور وہ روحانی اور مادی طاقتوں کے امتزاج سے فلاح کا راستہ متعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ۔

ہمارے حکمرانوں کو اس آیت کی فکر سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیے ۔

35۔ کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو

''اللہ کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا، ہر نفس کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہی ہوتا ہے جو وہ کما لیتا ہے، پروردگار ہمارے! نہ پکڑ ہمیں اگر ہم بھول جائیں یا ہم خطا کر بیٹھیں، پروردگار ہمارے! نہ ڈال ہم پر ایسا بوجھ جو اٹھایا نہ جا سکے جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، پروردگار ہمارے! نہ ڈال ہم پر ایسا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں سکت نہ ہو اور درگزر فرما ہم سے اور معاف فرما دے ہمیں، رحم فرما ہم پر، تو ہمارا آقا ہے سو ہماری کافر قوم کے مقابلہ میں مدد فرما''۔ (البقرہ:286)

36۔ منافقت سے بچو

''اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے سرداروں کے پاس کہتے ہیں ہم پکے تمہارے ساتھی ہیں ہم ایسے ہی مذاق کرنے والے ہیں، اللہ بدلہ دیتا ہے ان کے مذاق کا اور ڈھیل دے دیتا ہے یوں وہ اپنی

سرکشی میں بھٹکتے رہتے ہیں، یہی ہیں وہ جنہوں نے خرید اہدایت کے بدلے گمراہی کو تو ان کے دھندے نے انہیں کچھ نفع نہ دیا اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوئے''۔
(البقرہ آیات 16.15.14)

حضرت قبلہ شاہ جی صاحب اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ منافق اپنے دو غلے پن سے کئی دلوں کو زخمی کرتا ہے۔ اس کی حقیقی محبت شیطان کے ساتھ ہوتی ہے۔ شیطانی کا مطلب ہی سرکشی بانٹنا ہے۔ آیت میں جن شیاطین کا ذکر کیا گیا وہ شیطان خصلت انسان ہیں۔ رانجھا رانجھا کو کدی میں آپے رانجھا ہوئی'' یہ لوگ شیطانوں کی پیروی کرتے کرتے خود ہی شیطان خصلت بن جاتے ہیں۔ منافقین ایمان والوں سے تمسخر کر کے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے تمسخر کی سزا یہ دی کہ انہیں ان کی بدتمیزیوں اور بے بصیرتیوں میں سرگرداں کر دیا۔ اللہ کے قانون مکافاتِ عمل نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ وہ لوگ جذبات کی پست ترین سطح پر اتر آئے۔ ان کا کردار جو کروں جیسا ہو گیا۔ دلوں کے مریضوں کا مذہب بھی بیماروں کا مذہب بن گیا۔ ہنسی، مذاق، ٹھٹھہ اور لوگوں کو بے توقیر کرنا ان کا شیوہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا استہزاء ان کے ساتھ یہی تھا۔ وہ نیچے گرتے ہوئے کسی مقام پر رک نہیں پا رہے تھے۔ ابنِ عاشور کے حوالے سے یہ ہے کہ منافقین نے ایمان کو کفر سے بدل لیا، صحت کا سودا بیماری سے کر لیا، سچ دے کر جھوٹ لے لیا، علم کے نور سے محروم ہو کر جہالت کو مقدر بنا لیا، عقل دے کر سفاہت لے لی اور صلاح اور اصلاح سے دستکش ہو کر فساد کو پسند کر لیا۔ کاروبارِ حیات میں یہ نفع کا سودا تھوڑا ہی ہے۔

37۔ کائنات کی تخلیق اور عجائب پر غور و فکر

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں''۔
(آلِ عمران: 190)

بعض مشرکین نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمیں توحید پر ایمان کی دعوت دیتے ہیں لیکن توحید ہماری عقلوں پر اترتی نہیں۔ اتنا بڑا جہان اللہ اکیلے کیسے چلا سکتا ہے اور بنا سکتا ہے ان کے جواب میں یہ آیت اتری۔

تذکرہ کے عنوان سے شاہ جی نے اپنی تفسیر میں عبدالماجد دریا آبادی کی ترصیعات کا حوالہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور فردیت کی، اس کی حکمت و صفت کی اور اس کی قدرت و حاکمیت کی حیران کن دلیلیں ملاحظہ ہوں۔ نظامِ فلکی اور اس کی تفصیلات، چاند، سورج، ستاروں کی تعداد، ان کے درمیانی فاصلے، ان کے باہمی تعلقات اور تاثرات اور ان کی گردشوں کی پیمائش، گرہن کے اسباب و اوقات، ان کے مطالع اور مقارب، نور و حرارت کے قواعد و ضوابط چشم کشا ہیں۔ رہی زمین تو ہیئت ارض، مساحت ارض، طبقات ارض، معدنیات ارض، کششِ ارض، ہواؤں اور موسموں کے تغیرات دیکھنے کے لیے تو ایک فن بھی کافی نہیں۔ جغرافیہ، طبعی جغرافیہ، جیالوجی، فزیالوجی، میٹرولوجی، آرکیالوجی خدا جانے کتنے فنون پر فنون نکلتے آرہے ہیں لیکن کوئی اندازہ، کوئی تخمینہ، تجربہ اور علم اور ادراک ''خلق السموات والارض'' کا ہی احاطہ نہیں کر سکتا، ہر سُو آیتیں ہی آیتیں جلوے دکھا رہی ہیں۔

38۔ مرد خاندان کا سربراہ ہے

''مردوں کو عورتوں پر پاسبان ٹھہرایا گیا ہے، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس لیے کہ مردوں نے اپنے مال سے خرچ کیا پس صالح عورتیں ادب بجالانے والی ہوتی ہیں پردہ میں رہ کر بھی اللہ کی دی گئی حفاظت کی برکت سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے والی ہوتی ہیں اور ایسی عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں اچھی طرح سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں انہیں الگ چھوڑ دو اور انہیں (حسب ضرورت) مارو سو اگر وہ تمہاری اطاعت میں آجائیں تو کوئی اور راہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ بے حد علم والا سب سے بڑا ہے''۔
(النساء: 34)

اسلام کی رو سے گھریلو نظام کی پاسبانی کے لیے مرد قوام ہے، پاسبان ہے اور نگہبان ہے۔ مرد اور عورت میں رئیس کی حیثیت ایک ہی کی ہو سکتی ہے البتہ دوسرے کی مدد اور تعاون کے بغیر گھریلو نظام مستحکم نہیں ہو سکتا۔ مرد کو یہ اہمیت اور ذمہ داری اس کی چند خصوصیات کی بنا پر دی گئی ہے۔ مرد کے لیے آسان ہوتا ہے کہ وہ قوتِ فکر اور قوتِ تنظیم کو جذبات پر ترجیح دے لیتا ہے جب کہ عورت خواہشات اور جذبات کے ہجوم میں گھری ہوتی ہے۔ ہاں بعض اوقات بعض عورتیں مردوں پر تفوق رکھتی ہیں لیکن استثنائی خصوصیات کی وجہ سے قانون سازی نہیں کی جا سکتی۔
(تبصرہ سے اقتباس)

مردوں کے قوام ہونے کی وجوہات:

1) گواہی میں فضیلت
2) وجوب جہاد، علمی اور جسمانی حیثیت
3) وجوبِ جمعہ
4) وجوب جماعت
5) امامت صغریٰ اور امامتِ کبریٰ
6) مردوں کو بیک وقت چار نکاح کرنے کی اجازت
7) امور نبھانے میں فطری صلاحیت
8) افرادِ خانہ کی مالی ضرورتیں بھی عام طور پر مرد ہی پوری کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

39۔ بخیل نہ بنو

''وہ لوگ جو بخل کریں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیں اور چھپائیں اسے جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور ہم نے کفر کی حد تک ناشکری کرنے والوں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (النساء: 37)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے اور لوگوں سے بھی قریب ہے جبکہ دوزخ سے وہ دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے بھی دور ہے جبکہ آگ سے وہ قریب ہے اور جاہل سخی اللہ کو پسند ہے بہ نسبت بخیل عبادت گزار کے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دھوکا باز، بخیل اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ایک حدیث میں واضح کیا گیا کہ دو خصلتیں مومن میں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں ''بخل اور بداخلاقی''۔
(تبصرہ سے اقتباسات)

40۔ حسد نہ کرو

''یا وہ محبت والوں سے حسد کرتے ہیں اس

پر کہ اللہ نے جو اپنے فضل سے انہیں نواز رکھا ہے۔ بے شک ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم ہی نے انہیں ملکِ عظیم سے نوازا''۔ (النساء:54)

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں حسد ایمان کو آہستہ آہستہ یوں کھا جاتا ہے جس طرح آگ دھیرے دھیرے لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حاسدین کی موجودگی میں معاشرے میں اچھے اور باصلاحیت لوگ ابھر نہیں سکتے۔ یہ وہ خوفناک درندے ہیں جو لوگوں کے فضائل کھاتے ہیں۔ حسد کے منہ میں دانت ویرانیوں کو بچاتے ہیں اور خوبیوں کو نوچتے ہیں۔ حاسد اصل میں بیمار شخص ہوتا ہے جو صحت کے لیے صالحین سے دعائیں لینے کی بجائے ان کی بددعائیں کما بیٹھتا ہے۔

41۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو یعنی خودکشی نہ کرو

''اے ایمان والو! تم اپنے مالوں کو آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری باہمی رضا مندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو تباہ مت کرو، بے شک اللہ تم پر بے حد مہربان ہے''۔ (النساء:29)

اپنی جانوں کو تباہ مت کرو سے مراد قتلِ نفس کی ممانعت ہے۔ اسلوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ یہ خودکشی سے ممانعت کا حکم ہے۔ البتہ تجارت والی آیت میں یہ جملہ لانا کہ باہم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو ایک اجتماعی نکتے کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے کہ لوگوں کے مالی اور اقتصادی مسائل اگر صحیح طریقہ سے سرانجام نہ دیے جائیں تو بے اعتدالیاں اجتماعی خودکشی کے قائم مقام ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جہاں ایک دوسرے کے اموال میں بے جا تصرفات کی آگ لگ جائے معاشرہ خود جل کر بھسم ہو جاتا ہے گویا سماج ایک قسم کی خودکشی کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ (تبصرہ سے ماخوذ)

42۔ گناہ اور زیادتی میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو

''نیکی اور تقویٰ کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے''۔ (المائدہ:2)

قرآن مجید نے نئے معاشرہ کی تخلیق کے لیے مسلمانوں کے ذہنوں سے تکلیف دینے والے کانٹے چن لیے اور انہیں روحانی لحاظ سے تیار کیا کہ وہ پرانی دشمنیاں بھول جائیں۔ لوگوں کو معاف کرنا سیکھ لیں۔ نیکی پر باہم مدد کا قانون اپنائیں، گناہ اور زیادتی کے لیے ایک نہ ہوں بلکہ وسعت معاش، وسعت معاشرت اور وسعت اخلاق کی بنیاد پر ایک ہوں اور یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ تقویٰ ہی معاشرہ کو مضبوط کر سکتا ہے اور اس اصول کو بھی یاد کر لیں کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(تبصرہ سے اقتباس)

(باقی آئندہ)

یہ فطری بات ہے انسان گناہ پر کڑھتا ہے اور اُسے نیکی کر کے سکون ملتا ہے۔ انسانوں کو اپنی فطرت مسخ نہیں کرنی چاہیے۔ وہ لوگ جو نیکیوں، محبتوں، الفتوں اور احسن جذبات و احساسات کے مخزنوں سے دور رہتے ہیں وہ آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے موت کے کنارے جا پہنچتے ہیں۔ پاکیزہ زندگی کا آبِ حیات ایک ہی جگہ ہے اُس کی تلاش مقدس سفر ہے ہر انسان کو اس سفر کا آغاز بروقت کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: '' تمہارے لیے اسوۂ حسنہ اللہ کے رسول میں ہے''۔ یہی چراغ ہے جس کی ضیا اور نور زندگی کے تمام گوشوں کو منور کر دیتا ہے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: سید فضل حسین شاہ، راولپنڈی

نماز وصدقہ قبول نہیں؟

حسنات احمد مرتضیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال ابوعیسی محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

ابواب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ

1۔ باب ما جاء لا تقبل صلاۃ بغیر طھور

پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں

1۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید ، حدثنا ابوعوانۃ ، عن سماك بن حرب ح۔ وحدثنا ھناد، حد ثناء و کیع، عن اسرائیل عن سماك ، عن مصعب بن سعد عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ قال: لا تقبل صلاۃ بغیرہ طھور، ولا صدقۃ من غلول "قال ھناد فی حدیثۃ ، الا بطھور قال ابو عیسیٰ ھذا الحدیث اصح شئی فی ھذا الباب واحسن وفی الباب عن ابی الملیح ، عن ابیہ وابی ھریرۃ وانس وابو الملیح بن اسامۃ اسمہ عامر، ویقال زید بن اسامۃ بن عمیر الھذلی۔

"حضرت ابن عمر سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: نماز بغیر طہارت کے اور صدقہ خیانت ونا جائز مال سے قبول نہیں۔ ھناد نے اپنی حدیث میں "الا بطھور کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا اس باب میں یہ حدیث زیادہ صحیح اور احسن ہے۔

اور اسی باب میں ابوالملیح اپنے والد گرامی سے اور وہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔

ابوالملیح بن اسامہ کا نام عامر ہے اور زید بن اسامہ کو عمیر بھی کہا جاتا ہے۔

مفردات

ابواب: باب کی جمع۔ باب جس الفاظ، جملے اور مفاہیم کو جمع کر دیا جائے۔ اصطلاحاً ایک ہی قسم کے مسائل بیان کیے جائیں تو اسے باب کہتے ہیں۔

(ولکنہ الترمذی یذکر مکان الکتاب لفظ الابواب۔ قال الحافظ بدرالدین العینی الحنفی الباب اذا کانت الاحادیث من نوع واحد)

الطھارۃ: بضم ط، پاک ہونا

عن: سے، یہاں مرفوع حدیث کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسی ذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو الا شارہ الی ان الاحادیث الواردۃ فیھا مرفوعات لا موقوفات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
اللہ کے رسول

باب: جملوں اور مفاہیم کا مجموعہ

ما: جو

تقبل: قبول ہوتی

لا تقبل دو معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

1۔ قبول اصابت 2۔ قبول

پہلا دنیاوی اعتبار سے فارغ الذمہ اور ثانی آخرت کے ثواب سے متعلق ہے۔ قرآن وحدیث میں لفظ "قبول" دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

صلوٰۃ: نماز

بغیر: علاوہ

طھور: بضم طا پاک ہونا۔
بفتح ط آلہ طہارت یعنی پانی۔
بدرالدین عینی کے مطابق بضم الطا پاکیزگی حاصل کرنا۔ یعنی فعل پاکیزگی

ولا: اور نہ

من: سے

غلول: خیانت
مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس سے چوری کرنا، مال حرام، ناجائز مال وغیرہ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

عنوان میں "عن" کی حکمت

امام ترمذی نے طہارت کا باب قائم کیا تو "عن" کو بھی شامل کر دیا۔ عن ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس باب میں صرف مرفوع احادیث ہی ذکر کی جائیں گی متقدمین کی کتب میں اس فرق کو مدنظر نہیں رکھا جاتا تھا۔ مرفوع، موقوف اور مقطوع کو خلط ملط کر دیا جاتا تھا لیکن بعد میں ان کو علیحدہ کرنے کا اہتمام کیا جانے لگا اور امام ترمذی نے بھی اسی نہج پر کام کیا۔ اس لئے عن کا تذکرہ کیا۔

باب قائم کرنے میں ترمذی کی خصوصیت

حضرت امام کا باب اور عنوان قائم کرنے کا انداز جداگانہ ہے۔ آپ پہلے "ابواب" رقم کرتے ہیں پھر اس کے تحت باب لاتے ہیں۔ مثلاً "ابواب الطہارۃ" قائم کیا اور پھر اس کے ضمن میں باب ماجاء لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور قائم کیا۔

دیگر محدثین کا انداز: امام بخاری و دیگر محدثین کا انداز یہ ہے کہ پہلے وہ کتاب لکھتے ہیں پھر اس کے ضمن میں باب لاتے ہیں۔ مثلاً کتاب الوضو اور اس کے ضمن میں "باب لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور"۔

تراجم ترمذی کا حسن

امام ترمذی کے تراجم کا حسن یہ ہے کہ وہ کلمات حدیث کو ہی ترجمۃ الباب بناتے ہیں۔اس کی سب سے پہلی مثال پہلا باب ہے۔

ترجمۃ الباب یہ ہے باب ما جاء لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور اب اس باب میں حدیث شریف ملاحظہ کی جائے تو یہ لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور کی حدیث ہی کے کلمات ہیں۔اس سے پڑھنے والے کو بہت آسانی ہوجاتی ہے۔ جب حدیث کے کلمات سے ''ترجمہ الباب'' قائم کرنا ممکن نہ ہو تو پھر اپنے کلمات کو استعمال کرتے ہوئے'' ترجمہ الباب قائم کرتے ہیں۔

سند کے کلمات

سند ان محدثین کے اسما ہوتے ہیں جو حدیث شریف کو روایت کرتے ہیں۔سند کو بیان کرتے ہوئے مختلف کلمات کو استعمال کیا جاتا ہے۔

پہلا کلمہ: حدثنا لکھا جاتا ہے اس کو آغاز میں حدثنا ہی رقم کیا جاتا ہے جب کہ سند کے درمیان اس کو ''ثنا'' لکھا جاتا ہے لیکن اس کو پڑھنے میں ''حدثناء'' ہی پڑھا جاتا ہے اس کا معنیٰ ''ہم سے بیان''

دوسرا کلمہ: ''اخبرنا'' لکھا جاتا ہے۔اس کلمہ کو بھی آغاز میں اخبرنا اور درمیان میں صرف ''انا'' لکھا جاتا ہے۔لیکن اس کو پڑھتے ہوئے ''اخبرنا'' ہی پڑھا جاتا ہے۔اس کا معنی ''ہمیں خبر دی''

تیسرا کلمہ: ''انبانا'' کا ہے۔سند کے درمیان اس کو ''نباء'' لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔لیکن اس کو بھی ماقبل کی طرح انبانا ہی پڑھا جاتا ہے۔

چوتھا: ''ح'' حروف تہجی میں سے ''ح'' تحویل کی علامت کے طور پر لکھا جاتا ہے۔علماء اس کو دو طرح سے پڑھتے ہیں بعض علماء ''تحویل'' اور بعض علاقوں کے علماء ''ح'' پڑھتے ہیں۔تحویل کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں مؤلف کتاب سے پہلے دو اسناد الگ الگ اور آگے جا کر ایک ہی راوی پر جمع ہو جائیں۔جس پر جمع ہوں اس کو مدار الاسناد اور مخرج الاسناد کہا جاتا ہے۔ حدیث اول میں قتیبہ اور ہناد الگ الگ اسناد ہیں لیکن ابن حرب پر جمع ہوئیں وہ مدار اسناد ہے۔ دوسری مؤلف سے ایک چلے آگے جا کر الگ الگ بھی ہو، یہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

حدیث کی دو یا دو سے زیادہ اسناد ہوں محدثین انہیں ایک ہی متن میں جمع کر دیں تو ایک سند سے دوسری کی جانب جانا ہو تو ''ح'' مفردہ مہملہ رقم ہوتا ہے۔

1۔ مسلم (کتاب الطہار وجوب الطہارۃ للصلاۃ)

ابوداؤد کتاب الطہارہ فرض الوضو۔

ابن ماجہ کتاب الطہارہ وسننھا باب لایقبل اللہ صلاۃ بغیر طھور۔

سند:

☆ پہلی حدیث کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں۔

149 ہجری کو پیدا ہونے والے قتیبہ بن سعید خراسان کے غنی، متمول اور ثقہ محدث ہیں۔ابن ماجہ کے سو اصحاح میں ان کی روایات موجود ہیں۔240 ہجری میں وصال ہوا۔

☆ ابوعوانہ جن کا اصل نام وضاح بن عبداللہ ہے۔ معروف محدث اور ثقہ ہیں بعض نے عکرمہ سے ان کی روایات کو محل نظر جانا ہے۔176 میں وصال ہوا۔

☆ ھناد ابن سری کو کہتے ہیں۔مشہور محدث، زہدو تقویٰ کی بنا پر راہب الکوفہ کہا جاتا ہے، اپ نے شادی نہیں کی تھی۔بخاری کے سوا صحاح میں ان کی روایات موجود ہے۔

☆ اسرائیل معروف ومشہور محدث ابو اسحاق سبیعی کے پوتے ہیں۔محدث ہونے کے ساتھ ساتھ جرح و تعدیل کے امام مانے جاتے ہیں۔ بعض نے ان کی ثقاہت میں کلام کیا ہے لیکن محققین کے نزدیک بغیر حجت اور دلیل کے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

☆ مصعب بن سعد بن ابی وقاص الزہری یہ ثقہ محدث اور جلیل القدر تابعی ہیں ان کا وصال 103 ہجری میں ہوا۔

☆ ابن عمر عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔اکثر تابعین نے آپ سے روایت کی ہے اونٹ کے تاجر تھے۔کسی نے نافع سے پوچھا ایسا شخص بتائیں جو متقی، عابد، قاری اور آخرت سے ڈرتا ہو۔میں اس کے عقد میں بیٹی دینا چاہتا ہوں، تو نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن جعفر کے پاس جاؤ۔73 ہجری میں وصل ہوا۔

ابواب طہارت کو مقدم کرنے کی حکمت

جامع ترمذی میں سب سے پہلے ابواب طہارت کا تذکرہ کیا ہے۔چونکہ اسلام نے پاکیزگی اور طہارت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔عبادات کے لئے پاکیزگی و طہارت لازم ہے۔طہارت کو نصف ایمان بھی کہا گیا۔اس لیے امام ترمذی نے باقی ابواب پر طہارت کے باب کا سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

ظاہری وباطنی پاکیزگی

اسلام نے ظاہری طہارت اور باطنی پاکیزگی دونوں کو لازم قرار دیا ہے۔قرآن کریم کا مطالعہ اس سلسلہ میں انتہائی مفید ہے۔قرآن کریم نے ظاہری و باطنی پاکیزگی کا ذکر کیا ہے۔ظاہری پاکیزگی کے لیے تیمم، وضو اور غسل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت 6 کا ترجمہ ''تذکرہ'' سے ملاحظہ ہو:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونا چاہو تو دھلوا اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کروا اپنے سروں پر اور دھلوا اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب پاکی حاصل کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے یا صحبت کی ہو تم نے بیویوں سے پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے۔یہ کہ مسح کرو اپنے چہروں پر اور یوں ہی ہاتھوں پر بھی مسح کرو، اللہ تمہیں تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک صاف کردے اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ شکر گزار بن جاؤ''۔

آیت کریمہ میں نماز سے پہلے وضو، پھر غسل اور تیمم کا ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ تم خوب پاکیزگی وطہارت حاصل کرو۔

باطنی پاکیزگی

ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی از حد ضروری ہے۔قلبی طہارت نہ ہونے کی صورت میں رسوائی مقدر بن جاتی ہے۔سورہ المائدہ کی آیت 41 کا آخری حصہ ملاحظہ ہو:

اولئك الذين لم يرد الله ان يطهر قلوبهم لهم فى الدنيا خزى و لهم فى الآخرة عذاب عظيم ۔

''ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو طہارت بخشے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں

ان کے لئے بڑا عذاب ہے''۔

باطنی طہارت حسن عقیدہ، اخلاق عالیہ کو اختیار کرنا اور قبیح عادات و بد عقیدگی سے محفوظ ہونا بھی شامل ہیں۔

تو پھر میں سوچتا ہوں کہ روح کی پاکیزگی کیا ہے
محبت جب مجھے اپنا بدن محسوس ہوتی ہے

ظاہری و باطنی پاکیزگی کے حصول کے لیے آیۂ تطہیر کے مصداق خانوادۂ رسالت مآب ﷺ کی صحبتوں سے فائدہ اٹھانے میں ہے۔ اس سلسلہ میں سستی و غفلت کا مظاہرہ اہل محبت کبھی بھی نہیں کرتے۔ اہل بیت کی توجہ باطنی پاکیزگی کا سبب ہوتی ہے۔

طہارت: اس لفظ کو مختلف طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

''**طہارت**'' ط کی فتح (زبر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ پانی یعنی جس کے ذریعے طہارت حاصل کی جائے۔

طہارت: بضم ط۔ ط کی پیش کے ساتھ یعنی جس شے سے نظافت حاصل کی جائے۔ اس کے باقی ماندہ کو کہتے ہیں یعنی وضو کا بچا ہوا پانی۔ کلمہ طہارت حقیقی یا حکمی نجاست کے ختم کرنے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حدث سے پاکیزگی حکمی کہلاتی ہے اور یہ وضو، غسل اور تیمم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ گندگی سے طہارت حقیقی کہلاتی ہے یعنی خفیفہ (کم مقدار) یا غلیظہ (گہری اور زیادہ مقدار) سے پاکیزگی حقیقی ہوتی ہے۔

فاقد الطھورین کی بحث

ایک ایسا شخص جس کو کسی وجہ سے پانی اور مٹی میسر نہ ہو کہ وضو یا تیمم کر سکے وہ نماز کے وقت میں احناف کے نزدیک مشابہت اختیار کر کے افعال نماز بغیر قرأت ادا کر سکتا ہے لیکن جونہی طہارت حاصل ہو جائے نماز کا اعادہ کرے شامی کے مطابق نمازیوں کی مشابہت اختیار کرنا احتراماً ہے طہارت کے اسباب میسر ہوتے ہی نماز کی ادائیگی یا قضا واجب ہوگی۔ دیگر آئمہ کا اس بات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایسی صورت میں نماز ساقط ہے اور بعض کے نزدیک اعادہ لازم ہے۔

مسئلہ بنا: نمازی کو دوران نماز حدث لاحق ہو جائے یعنی بے وضو ہو جائے تو احناف کے نزدیک وضو کر کے بغیر کسی تاخیر کے وہیں سے نماز جاری رکھی جا سکتی ہے۔

جان بوجھ کر بغیر طہارت کے نماز پڑھنے پر بہت سی وعیدیں ہیں بعض نے تو اسے کفر بھی کہا ہے۔ مفتی امجد علی اعظمی نے بہار شریعت میں لکھا۔ ''نماز کے لیے پاکیزگی ضروری ہے۔ پاکیزگی کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ علماء نے بے وضو، بے غسل نماز پڑھنے کے بارے کفر کا قول ہے۔ جس کی حکمت عبادت کی بے ادبی اور توہین بیان کی جاتی ہے۔

جسمانی طہارت: بدنی طہارت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک حکمی اور دوسری حقیقی۔ حکمی یہ ہوتی ہے کہ اگر حدث لاحق ہو تو اسے دور کرنے کے لیے وضو، تیمم اور غسل ہوتا ہے۔ حقیقی طہارت گندگی سے برأت اور پاکیزگی ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ پہلی غلیظہ اور دوسری حقیقی۔ ان دونوں سے پاکیزگی حقیقی طہارت کہلاتی ہے۔

نماز اور طہارت

نماز کے لئے طہارت فرض ہے اسی پر امت کا اجماع ہے۔ حدیث ھذا میں بھی پاکیزگی کے بغیر نماز نہ ہونے کا حکم وارد ہوا ہے۔ حدیث شریف نص کا درجہ رکھتی ہے۔ امت میں اس حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سبھی فقہا نماز کے لیے طہارت کو لازم قرار دیتے ہیں۔ نماز کے لیے پاکیزگی اور طہارت کے حوالے سے آیت وضو سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

احناف اور جمہور کی دلیل حدیث شریف ہے۔
نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں۔

طہارت کا آغاز

رسول کریم ﷺ نے کبھی بھی بغیر وضو کے نماز ادا نہیں فرمائی۔ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں مکہ میں فرضیت نماز کے ساتھ ہی جبرئیل امین کی تعلیم سے وضو اور غسل فرض ہو گئے تھے درمختار، ردالمختار سے بھی اس کی تائید کی ہے۔

اگرچہ قاضی عیاض نے یوں وضاحت فرمائی ہے کہ ابتدا میں وضو سنت تھا بعد میں آیت تیمم کے نزول کے ساتھ فرض ہو گیا لیکن جمہور کے نزدیک آیت وضو سے پہلے ہی طہارت فرض تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جمہور کا موقف ہی مزاج اسلام اور سیرت النبی ﷺ سے اقرب ہے۔

لاتقبل کا مفہوم

قبول کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ رب کی رضا کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے کرنے سے جو چیز لازم ہے۔ وہ ساقط ہو جائے۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیوض الباری میں رقم کیا کہ یہاں عمل قبول کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جائے گا بلکہ صحت کا معنی لیا جائے گا یعنی بے وضو نماز صحیح نہیں ہوتی اور یہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ کاہن کی نماز قبول نہیں یہاں پر حقیقی معنیٰ لیا جائے گا۔ اس بحث کی روشنی میں یہ بات سمجھنا آسان ہوگی کہ قبول کی دو اقسام ہیں:

قبول اصابت
قبول اجابت

کتاب و سنت میں دونوں طرح کے معانی کے لیے اس کو استعمال کیا گیا ہے۔ اصابت کو مجازاً اور اجابت کو حقیقت کے معنیٰ میں بھی لایا گیا ہے اور اس کے برعکس بھی یعنی اصابت کے معنیٰ حقیقت اور اجابت کے معنی مجازاً بھی کہا گیا ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہی ہوگا کہ نماز کی صحت بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اگر چہ وہ کسی بھی قسم کی نماز ہو۔ یعنی فرض، واجب، سنت، نفل۔

نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کا حکم

نماز جنازہ بھی بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتا اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس کو بھی صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

احادیث شریف ملاحظہ ہو:

''من صلی علی الجنازہ
صلو علی صاحبکم
صلو علی النجاشی''

مندرجہ بالا احادیث میں جنازہ کو بھی نماز کہا گیا ہے اسی لیے وہ بھی طہارت کے بغیر نہیں پڑھی جا سکتی۔ اگر چہ بعض نے بدون وضو کے جواز کا بھی قول کیا ہے کہ یہ محض دعا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بغیر وضو کے ادا نہیں کیے جا سکتے۔ راوی حدیث ابن عمر بھی باوضو ہی نماز جنازہ ادا فرماتے۔

و کان ابن عمر لا یصل علیھا الا طاھر

امام بخاری نے فرمایا کہ جنازہ کو صلوٰۃ کہتے ہیں جس میں سجدہ، رکوع اور قیام نہیں کی جاتی۔ اس میں صرف تکبیر و سلام ہے۔

ولا صدقۃ من غلول

حرام مال سے صدقہ قبول نہیں۔ حدیث شریف

میں دوسری چیز یہ بیان کی گئی ہے کہ غلول سے صدقہ قبول نہیں ہے۔

غلول کا کلمہ باب نصر سے مصدر ہے۔ السرقۃ من مال الغنیمہ قبل القسمہ بنیادی طور پر مال غنیمت میں تقسیم سے پہلے خیانت اور چوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یاد رہے مطلقاً ہر ناجائز مال، خیانت اور ناجائز ذرائع آمدن کے لیے بھی غلول کا کلمہ مستعمل ہے۔ حرام مال سے صدقہ کر کے ثواب کی امید رکھنا حرام اور کفر ہے۔

ان الصدق بالمال الحرام ثم رجاء الثواب منه حرام و کفر۔ (الدر المختار)

قرآن کریم نے بھی حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ البقرہ کی 168 کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''اے لوگو! کھاؤ اس سے جو زمین میں ہے وہ حلال اور پاکیزہ ہو، اور نہ چلو شیطان کے قدموں پر قدم رکھتے ہوئے بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

سورۃ البقرہ آیت 172 میں کہا گیا:

''اے ایمان والو! کھاؤ ان سے جو ہم تمہیں دیں پاکیزہ چیزیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم محض اسی کی عبادت کرتے ہو''

(البقرہ:172)

مندرجہ بالا آیات ربانی کا حکم بھی یہی ہے کہ حلال کھاؤ واضح رہے جو چیز اپنے لیے جائز نہیں وہ کسی دوسرے کو دینا کیسے مناسب ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں تو مسلمان بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرنے کا کہا گیا ہے جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کی جائے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو چیز اپنے اور اپنے بھائی کے لیے جائز نہیں اس چیز کو اللہ کی راہ میں دیا جائے اور اس کو بطور صدقہ دیا جائے۔

رسول کریم ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا کہ مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حرام کمائے پھر اسے صدقہ کرے تو ایسا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ اور اگر اس سے خرچ کرے تو برکت نہیں ہوتی''۔

(مسند امام احمد)

ایک اور موقع پر فرمایا:

ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔

(مسلم)

''اللہ پاک ہے اور حلال و پاکیزہ کو ہی قبول فرماتا ہے''۔

حرام مال کی واپسی: ناجائز اور حرام مال کا استعمال مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ دنیا و آخرت میں اس کا وبال ہے۔ لہٰذا اگر مال حرام حاصل ہو گیا تو اس کو واپس کر دینا چاہیے۔ اگر اس کا مالک اس دنیا سے رخصت ہو چکا تو پھر بھی اس کی اولاد اور ورثاء کو لوٹا دینا چاہیے اور اگر ورثاء بھی نہ ہو تو پھر اس مال کو صدقہ کر دینا چاہیے اور آخرت میں نجات کی طلب کرتے رہنا چاہیے۔ (عینی)

ناجائز ذرائع سے مال کا حصول کسی مذہب، قوم اور ملک کے ہاں درست نہیں ہے۔ جہاں بھی کرپشن ہوتی ہیں وہی قانون کی ضرورت ہوتی ہے رومن مؤرخ ناکیٹوس جو کہ سینٹر بھی تھا اس نے ایک مرتبہ جرمن زبان میں کہا تھا:

Je Korrupter der staat,desto mehr Gesetze braucht er

جتنا ایک ملک کرپٹ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس ملک میں قانون نافذ کرنے کی ضرورت ہوگی۔

حدیث شریف میں واضح قانون بیان کیا گیا کہ حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کیے گئے مال سے صدقہ نہیں ہوگا۔

نماز کے ساتھ صدقہ کا تذکرہ

حدیث شریف میں نماز اور صدقہ کو ایک ساتھ ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور صدقہ بلاؤں کو ختم کرتا ہے۔ ستون قائم ہو جائے تو عمارت پختہ ہوتی ہے۔ نماز قائم کر لی جائے تو دین کی عمارت مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب Strong Building قائم ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اس کو نقصان دہ اشیاء سے بچایا جائے۔ حدیث شریف میں نماز کے ساتھ صدقہ کا تذکرہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالنے اور ختم کرنے کے لئے نسخہ اکسیر ہے۔ لہٰذا دونوں کا ذکر اکٹھا کیا گیا۔

نماز بدنی وجسمانی عبادت ہے اور صدقہ مالی عبادت ہے۔ بعض اوقات بدنی مشق تو کر لی جاتی ہے لیکن صدقہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی طبیعتوں کو بھی سبق ملتا ہے کہ جس طرح نماز اہمیت کی حامل ہے اسی طرح صدقہ بھی انتہائی ضروری ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ان دونوں کا ذکر ساتھ کیا گیا ہے۔

نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں اور صدقہ ناجائز اور مال حرام سے قبول نہیں ہے۔

رب کریم نماز کے لیے ظاہر و باطنی طہارت و پاکیزگی نصیب فرمائے اور صدقہ کرنے کے لیے رزق حلال عطا فرمائے اور ناجائز مال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''ھذا الحدیث اصح شئی فی ھذا الباب واحسن'' کا معنی اس باب میں یہ حدیث زیادہ صحیح اور احسن ہے۔

امام نووی کے مطابق اس سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

محدثین تو ضعیف کے بارے بھی ھذا اصح ما جاء فی الباب فرماتے ہیں

اس سے ان کی مراد ارجح یا اقلۃ ہوتی ہے۔ یعنی اس باب میں باقی مرویات کی نسبت یہ زیادہ راجح ہے یا دیگر کی نسبت یہ کم درجہ ضعیف ہے۔

ابو الملیح بن اسامہ کا تعارف

ابن حجر عسقلانی کے مطابق ابو الملیح کا نام عامر یا زید یا زیاد ہے۔ تیسرے طبقہ کے ثقہ راوی ہیں 98 ہجری میں وفات پائی بعض نے 108 ہجری کا قول کیا ہے۔ ابن سعد کے مطابق امام حسن آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

جامع ترمذی کی پہلی حدیث پر چند ٹوٹے پھوٹے کلمات رقم کرنے کی توفیق سے نوازنے والے یا ذوالجلال!

انہیں قبول فرما اور احادیث نور کا فہم نصیب فرما۔ ترمذی شریف پر معروضات قلمبند کرنے کی توفیقات کے دروازے کشادہ فرما۔

اپنے سوہنے، پیارے محبوب ﷺ کی توجہ نصیب فرما۔

آمین بجاہ سیدہ المرسلین ﷺ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

آصف بلال آصف

اپنے آپ میں ڈوبنا۔۔۔اپنی پہچان کرنا۔۔۔ خودی کا ادراک حاصل کرنا۔۔۔خودی کے جوہر کی تلاش کرنا۔۔۔

خودی کے لیے پیکر خاکی ایک حجاب ہے۔۔۔کسی کسی پر تو یہ آفتاب کی طرح طلوع ہوتی ہے۔۔۔۔ اس کے طلوع ہونے کا مقام ہمارا سینہ ہے۔۔۔ ہمارے دل میں روشنی اس کے جوہر سے ہے۔۔۔جسم اور روح کا تعلق کیا ہے۔۔۔؟

اپنے آپ میں سفر کرو اور دیکھو کہ "میں" کیا ہے۔

اپنے آپ میں سفر۔۔۔بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا اور ثریا کو بامِ فلک سے گرفتار کرنا۔۔۔ابد کو اضطراب میں اپنے قبضے میں کر لینا۔۔۔سورج کی کرن کے بغیر مشاہدہ کرنا۔۔۔امید اور یاس کے ہر نقش کو اپنے دل سے مٹا دینا۔۔۔کلیم اللہ کی طرح دریا چاک کرنا۔۔۔خشکی اور تری کے طلسم کو توڑنا۔۔۔ایک اُنگلی سے چاند میں شگاف ڈالنا۔۔۔لامکاں سے اس طرح واپس آنا کہ سینے میں اللہ ہو۔۔۔اور ہاتھ میں اس کی دنیا۔۔۔

یہ کیا راز ہے کہ انسان قید خانے میں ہے اور آزاد بھی ہے۔۔۔کمند بھی خود۔۔۔شکار بھی خود۔۔۔اور شکاری بھی خود ہے۔۔۔

اے انسان غافل ہونا تجھے زیب نہیں دیتا کہ تمہارے سینے میں ایک چراغ ہے۔۔۔ایک نور ہے۔۔۔تم اس امانت کے امین ہو۔۔۔مگر کیسے نادان ہو کہ اپنی طرف دیکھتے ہی نہیں۔۔۔

اگر ہم انسانوں کے ہجوم کو دو گروہوں میں تقسیم کریں تو پہلا گروہ ان لوگوں پر مشتمل نظر آئے گا جو اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں اور پھر اپنی ساری زندگی اسی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔۔۔۔

دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا وہ ساری زندگی اِدھر اُدھر کی ہانک کر اس دنیاءِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو انسان کے ایک ایک اعضاء کا بھی مقصد ہے اور بغیر مقصد پورے انسانی جسم میں کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

آنکھ۔۔۔۔ دیکھنے کے کام آتی ہے۔۔۔ پڑھنے کا کام سرانجام دیتی ہے۔پہچان کے سارے راز اسی سے کھلتے ہیں۔

ناک۔۔۔سونگھتا ہے۔۔۔اس سے انسان سانس لیتا ہے۔۔۔یہ حساسیت کا رازدار ہے۔

زبان۔۔۔بولتی ہے۔۔۔ذائقہ چکھتی ہے۔۔ خوراک زود ہضم بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔۔۔اس سے انسان دل میں پنہاں روشنیاں تقسیم کرتا ہے۔

دماغ۔۔۔سوچتا ہے۔۔۔فکر اور عقل اس کے پروردہ ہیں۔۔۔مثبت یا منفی راہوں کا مسافر بنانے میں اہم کردار اسی کا ہے۔۔۔چاہے تو انسان کو پاتال کی گہرائیوں میں جا پھینکے اور مثبت کردار ادا کرے تو انسان کو ثریا کی بلندیوں سے روشناس کرا دے۔

دل۔۔۔ایک پاکیزہ ابرقی گوشت کا لوتھڑا ہے۔۔۔دھڑکنا بھول جائے تو زندگی کی نبضیں رُک جائیں۔۔۔خون کو Pump کرنا چھوڑ دے تو جسم مردہ ہونا شروع ہو جائے۔۔۔جذبات کا منبع اسی دل سے وابستہ ہوتا ہے۔۔۔پیار۔جرات۔بہادری۔حوصلہ اور رحم دلی اسی میں پلنے والے بہترین جذبے ہیں جن کی دل آبیاری کرتا رہتا ہے۔۔۔عشق کا بیج اسی میں بویا جاتا ہے۔۔۔شوق یہیں پروان چڑھتا ہے۔

ہاتھ۔۔۔کام کرتے ہیں۔پاؤں۔۔۔۔چلتے ہیں۔کان۔۔۔۔سنتے ہیں۔۔۔غرضیکہ ایک ایک اعضاء اپنے اندر ایک مکمل مقصد رکھتا ہے۔اور پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ انسان جس کا ہر جز و مقصد سے آباد ہے۔۔۔ وہ خود ان سارے اعضاء کا مجموعہ مقصدِ حیات نہ رکھتا ہو۔۔۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ بے شمار لوگ Inactivation کا شکار ہوتے ہیں اور اپنا مقصد کھوجنے، پانے یا حاصل کرنے کی بجائے یونہی بے مقصد زندگی گزار جاتے ہیں۔

اسی لیے تو اقبال فرماتے ہیں:

"اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی"

سراغ زندگی یعنی مقصد حیات۔۔۔

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اس کا سُراغ اپنے اندر لگانا چاہیے۔۔۔لیکن اس کے لیے کسی صاحب نظر کی بیعت بہت ضروری ہے۔۔۔صاحبِ نظر کی صحبت کا اختیار کرنا۔۔۔ان کے ہاتھوں پر بک جانا۔۔۔وجدان کے اسباق پڑھتے ہوئے دل کے چراغ کو روشن کرنا اور پھر سپردگی کی راہوں کا مسافر بن جانا۔۔۔ پیر کامل کی توجہ کی دولت ملے گی تو ورد میں یکسوئی حاصل ہو گی۔۔۔تب جا کر عبادت میں سکون ملے گا۔۔۔

پیر کامل کی نگاہِ فیض سے ہی سالک عشق کی منزلیں طے کر سکتا ہے۔۔۔دامنِ عشق سے وابستہ لوگ بھی کمال طبیعت رکھتے ہیں۔۔۔کبھی تو معمولی گھاس کی پتی سے بھی آنکھوں پر پردہ محسوس کرتے ہیں اور کبھی کبھی ایک نگاہِ ناز میں جہانوں کی سیر کر جاتے ہیں۔۔۔اگرچہ عشق کی وادی بہت دور اور بڑی وسیع ہے۔۔۔

مگر کبھی کبھی سو برس کی راہ ایک آہ میں طے ہو جاتی ہے اور اسے ہی فیضِ صحبت کہتے ہیں۔۔۔بس

طلب کا زندہ اور شوریدہ ہونا ضروری ہے۔

مقصد کی تلاش میں سفرِ دوراں میں اترا ہوا ایک شاعر یوں بھی کہتا ہے۔۔۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان ، میں اسی لیے نمازی

دین کی سرفرازی کیا ہے۔۔۔دین سارے کا سارا اخلاق کا درس ہے۔۔۔صبر اور شکر کا مرقع ہے۔۔۔ہمارا اخلاق ہی ہماری پہچان ہے۔۔۔امام غزالی فرماتے ہیں۔۔۔

''مذہب کے بغیر تعلیم دینا طالب علموں کو عقلمند شیطان بنانا ہے''۔

ہمارا مذہب مجموعہءِ اخلاقیات ہے۔۔۔اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کے ہمارے نبی ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔۔۔تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے۔۔۔ہمارے پیارے آقا و مولی ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کچھ بھی کام کرتا ہو۔۔۔کسی بھی پیشے سے اس کا تعلق ہو۔۔۔اسے یہ دیکھنا ہے کہ وہ اس میں انسانیت کی خدمت کس طرح کر سکتا ہے۔۔۔فلاحِ انسانی کا پہلو نظر انداز نہ ہو تو کسی بھی پیشے میں رہ کر مقصدِ حیات پایا جا سکتا ہے۔

''اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی''

علامہ اقبال کا تصورِ خودی۔۔۔ایک اور ہی دنیا ہے۔

خودی انسان کے اندر خدا کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کا جائزہ لیتی ہے۔۔۔خودی کی تلاش کا واحد طریقہ عشق ہے۔۔۔

خودی کا پیغام یہ ہے کہ اپنی آہ وزاری کو عقل کے حصول کے لئے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔۔۔عقل حواسِ خمسہ سے دولت حاصل کرتی ہے۔۔۔جبکہ آہ و زاری عشق کو روشن کرتی ہے۔۔۔عقل زمانے کو ظاہری طور پر دیکھتی ہے۔۔۔جبکہ عشق باطن پر نظر رکھتا ہے۔۔۔عاشقوں کی فریاد نتیجہ خیز ہوتی ہے عقلمندوں کی طرح بے نتیجہ نہیں۔۔

امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔۔۔خارِ راہ کی اذیت محسوس نہ کرتے ہوئے قدم بہ قدم وادیءِ عشق کا مسافر چلتا رہتا ہے۔اور۔۔۔احد۔۔۔احد۔۔۔ کی آوازیں اسے اس وادی میں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیتیں۔

طلب کے بیاباں میں سستی سے پاؤں مت رکھو۔۔۔بلکہ پہلے وہ دنیا فتح کرو جو تمہارے اندر ہے۔۔۔اگر مغلوب ہو تو اپنے آپ کو فتح کر کے غالب ہو جاؤ۔۔۔

خدا کو چاہتے ہو تو اپنے آپ کے قریب ہو جاؤ۔۔۔اگر اپنے آپ کو تسخیر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دنیا تمہارے لیے مسخر ہو جائے گی۔۔۔اور کتنا مبارک ہو گا وہ لمحہ جب تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔چاند تمہارے سامنے سجدہ کرے گا اور تم اسے اپنی آہوں کی کمند میں لپیٹ لو گے۔۔۔بس اپنے آپ تک پہنچو اور اس ہنگامے سے دل اٹھا کر اپنے آپ کو اپنے ضمیر میں ٹکا لو۔۔۔

بقیہ: ''سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز''

1۔مولانا ارشاد علی الوری
2۔مولانا رکن الدین الوری نقشبندی
3۔مولانا محمد اسلم جلال آبادی
4۔مولانا عبدالحق ولایتی
5۔مولانا عبدالرحمٰن ولایتی
6۔مولانا سید فضل شاہ (پنجابی)
7۔مولانا فیض اللہ خاں ہوتی مردان
8۔مولانا محی الاسلام بہاولپوری
9۔مولانا عبدالقیوم ہزاروی
10۔مولانا سید منور علی شاہ
11۔مولانا محمد رمضان بلوچستانی
12۔مولانا غلام محی الدین کاغانی
13۔مولانا محمد رمضان لسبیلہ، سندھ
14۔مولانا شفیق الرحمٰن پشاور
15۔مولانا فضل حسین، معین الدین پور، گجرات
16۔مولانا عبدالعزیز، الگوں
17۔مولانا زین الدین الوری
18۔مولانا عبدالقیوم الوری
19۔مولانا عبدالرحیم الوری
20۔مولانا عبدالجلیل جالندھری
21۔مولانا محمد غوث ملتانی
22۔مولانا محمد مہر الدین مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
23۔مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی مدظلہ العالی بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
24۔مولانا عبدالعزیز بورے والا۔

آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:

1۔تفسیر میزان الادیان (مقدمہ و تفسیر سورۂ فاتحہ)
2۔ہدایۃ الغوی درر دِروافض
3۔رسول الکلام
4۔تحقیق المسائل (8)
5۔ہدایۃ الطریق
6۔سلوک قادریہ
7۔علاماتِ وہابیہ
8۔فضائل رمضان
9۔فضائل شعبان
10۔الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ
11۔دیوان دیدار علی فارسی
12۔دیوان دیدار علی اردو

23رجب المرجب، 30اکتوبر1935ء/1354ھ کو اپنے ربِ کریم کے دربار میں حاضر ہوئے اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے، مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ تعالیٰ نے قطعۂ تاریخِ وصال کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے:

حافظ پس سر کوبیٔ اعداءِ شریعت
''دیدارِ علی یافتہ دیدارِ علی را''

1) غلام مہر علی مولانا: الیواقیت المہریہ ص:117
2) عبدالنبی کوکب، قاضی: اخبار جمعیت لاہور (7فروری1958ء) ص:3
3) اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور، ص:268، 269
4) اقبال احمد فاروقی پیرزادہ: تذکرہ علماءِ اہل سنت وجماعت، ص:268,269
5) دیدار علی شاہ، امام المحدثین: مقدمہ میزان الادیان بتفسیر القرآن، ص:80
6) نقوش لاہور نمبر ص:929
7) غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ، ص:119
8) یہ کتاب مولوی رشید احمد گنگوہی سے بعض فقہی مسائل کے سلسلے میں خط وکتابت کا مجموعہ ہے جن میں گنگوہی صاحب عاجز آ گئے تھے۔

قرآنی فیوضات کے لاہوتی سرچشمے
ایک تحریک، ایک مطالعہ اور ایک نہضت

حافظ شیخ محمد قاسم

پیر سید شفیق حسین شاہ بخاری افسروں کے استاد ہیں اور خود بھی بڑے بڑے منصبوں پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مجھے ان سے محبت ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اب یہ محبت عقیدت میں بدل چکی ہے۔ محبت وتکریم کا ایک رشتہ تو یہ ہے کہ وہ برابر میری اصلاح میں لگے رہتے ہیں۔ یہ بات بے جا نہیں کہ وہ لاشعوری انداز میں میرے معلم ہیں۔ مجھے ان سے سیکھنے کا شوق رہتا ہے لیکن کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ شفیق شاہ جی اور ہمارے پیر دلبراں شاہ جی ایک ہی شجرہ سے منسلک ہیں۔ دونوں سید ہادی علی النقی الامام کی اولاد میں سے ہیں اور اس مسلمہ حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اس خانوادۂ نبوت نے ہر دور میں نوع انسانی کی ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ جب بھی قافلۂ انسانیت بھٹکا اور اوہام کے اندھیروں میں کھوگیا اس خاندان نے صداقت اور عقائد حقہ کی روشنیاں عام کیں اور دین ودنیا میں لطیف ربط کو اپنے ادراک اور شعور سے اللہ پرستی کی بنیاد قرار دیا۔

شاہ جی کا دعوتی منہاج ''قرآن حکیم'' ہے۔ نصف صدی سے لوگوں کو شعور وہدایت کے اسی مرکز پر لانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ محترم شاہ جی صاحب کا تعلق بہت بہت اور بہت بڑے علمی گھرانے کے ساتھ ہے۔ شاہ جی کا ننھیال نطق اعرابی، نظم ہندی، روح عربی اور ادراک خراسانی کا حامل تھا اور آپ کا ددھیال خالصۃً حسینی، حسنی اور مدنی نسبتوں کا امین اور علمی ادبی اقدار کا محافظ تھا۔ آپ ننھیال کی طرف سے گردیزی اور ددھیال کی طرف سے بھاکری بخاری نسبت رکھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بخاری ہونے کی نسبت جامعہ نصریہ بخارا سے فارغ ہونے کی نسبت ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے میر شریف جرجانی اور تفتازانی اور ابولیث سمرقندی جیسے لوگ گزرے ہیں بلکہ امیر تیمور جیسا شخص امیر کلال بخاری سے مرید ہونے پر اظہار فخر کیا کرتا تھا۔

قلم اٹکلیلیں بھرتا بہت دور نکل گیا بات شاہ جی کی قرآن حکیم سے عشق وجنون کی ہو رہی تھی۔

عید الفطر کے بعد شاہ جی نے صوفی محمد اسلم ڈسکہ سے مل کر تدریس القرآن کے اس پرانے سلسلے کی تجدید چاہی جس کے تحت گزشتہ سال علماء، پروفیسرز اور دانشوروں نے شاہ جی کی نگرانی میں قرآن حمید کے پہلے دس اجزاء کا مطالعہ کیا تھا۔ اس سال دورہ تفسیر القرآن کا آغاز دھوم دھام اور شوق کے ساتھ وزیر آباد سے ہوا۔ چناب کے کنارے کا وہ منظر دلفریب اور دیدہ ونظر کو حدت ولطف سے نواز رہا تھا جب شاہ جی علماء، افاضل، پروفیسرز، دانشوروں اور صحافی حضرات کے درمیان جلوہ گر تھے۔ نقابت اور پیشوائی ڈاکٹر آصف ہزاروی کر رہے تھے۔ ڈاکٹر آصف ہزاروی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پچاس سال پہلے کا ماحول آشکار کردیا۔

یونیورسٹیز اور کالجز کے اساتذہ کرام اس پرانے سادے اور عظیم دورۂ کو دلوں اور روحوں میں اتارے جب قرآن کی شمع پر پروانے کی طرح تڑپنے والے شاہ جی ہمارے شہر وزیر آباد میں میرے جد امجد شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کے پاس قرآن سیکھنے آئے تھے۔ بابا حضور شاہ جی کا اس وقت بھی احترام کرتے تھے اور خیال ظاہر کرتے تھے کہ یہ سیدزادہ قرآن کی روشنیوں سے اندھیروں کو شکست دے گا۔

صوفی محمد اسلم نے شاہ جی سے عرض کی ہم ساٹھ لوگوں پر مشتمل چناب کے کنارے ایک قافلہ آپ کے سپرد کرتے ہیں اسے آپ اپنے ساتھ لے جائیں اور قرآن کی محبت میں بلبل بنادیں یا پروانہ یہ آپ پر منحصر ہے۔ محمد علی کہتے ہیں: ''شاہ جی کا بلڈ پریشر شوٹ کرجانے کی وجہ سے آپ مشکل میں تھے لیکن آپ کے لبوں کا مصنوعی تبسم لوگوں کے دلوں کا علاج کررہا تھا''۔ آپ نے خوش مزاجی کا تعویز دانتوں میں دبا کر باباجی کی تقریر پر صرف اتنا تبصرہ کیا:

''ہماری بارات کا دولہا بابا اسلم ہے اس مرتبہ باباجی آپ کو بھابھی کے بغیر دس دن راولپنڈی رہنا ہوگا اور ہوسکتا ہے آپ کو راولپنڈی ہی رکھ لوں۔ زعفرانی رنگوں میں نہائی ہوئی محفل میں شاہ جی کی تقریر کا اعلان کردیا گیا''۔

ہوں ہوں ہوں! شاہ جی خطبہ سے پہلے فون پر کسی کی باتیں سن کر افسردہ ہوگئے۔ آپ نے تقریر کی لیکن لفظوں کے چراغ جیسے کسی نے بجھا دیے ہوں۔ علی نے آپ کی کیفیت سے فوراً مجھے آگاہ کیا۔ آپ کا خطبہ جو قرآنی فکر کے حوالے سے تھا نہ تو محفوظ ہوسکا اور نہ ہی ہم دلجمعی سے سن سکے البتہ کالجز اور یونیورسٹیز کے اساتذہ راولپنڈی کی طرف رواں دواں ہوگئے اور شاہ جی نے ایک گولی زبان کے نیچے رکھی اور انتہائی غمگین ماحول میں راولپنڈی کی طرف روانہ ہوگئے۔

آپ نے فون پر ہی مجھے حقیقت سے آگاہ کردیا اور اپنے معالج سے مانچسٹر فون کرکے رہنمائی چاہی۔ ڈاکٹر فخر نے مجھے فون پر ہدایت دی کہ شاہ جی جونہی پنڈی پہنچیں انہیں اکیلے نہیں رہنے دینا اور انہیں یہ یہ دوا کھلا دینا۔ جونہی آپ تین بجے رات گھر پہنچے میں حسب روایت خدمت میں حاضر ہوگیا آپ کو دوا کھلائی اور انقباض طبعی کا سراغ لانے میں مصروف ہوگیا۔

آپ کی طبیعت سنبھلی تو آپ نے خود راز کھول دیا اور فرمایا قاسم وزیر آباد میں استقبالیہ سے خطاب کرنے ہی والا تھا کہ فون پر میرے گاؤں کی ایک عورت نے کہا: میں نے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ میں نے کہا مجھے دورۂ تفسیر کی انتہائی معزز

جماعت سے ابھی چند باتیں کرنی ہیں لیکن اس عورت نے مجھے روتے ہوئے جھنجوڑ دیا۔

میں آپ سے مولانا سمجھ کر بات نہیں کر رہی آلِ رسول ہونے کے رشتے سے بات کرنے کی جرأت کر رہی ہوں۔ مجھے میرے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور گھر سے نکال دیا ہے، میں اجڑ گئی ہوں، میرا گھر برباد ہوگیا ہے اور اس وقت میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے، میں پیٹ میں ایک ظالم، وحشی اور انسان نما درندہ کی امانت اٹھائے ہوئے ہوں، میں کدھر جاؤں میرے ماں باپ کا گھر نہیں۔ آپ کے دادا حضور شکستہ حال لوگوں کی آماجگاہ ہوتے تھے، آپ کے والد گاؤں کے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بلا کر گھر میں دعوت کرتے تھے لیکن آپ فون بھی نہیں اٹھاتے۔ تفسیر لکھنا چھوڑیں اپنے دادا حضور والا کام کریں۔ میں صبح آپ کے گھر پہنچ رہی ہوں میرا ایک بھائی میرے ساتھ ہوگا۔

قاسم اس عورت کی کہانی رہنے دیں صبح جو میں نے اپنے برادرِ نسبتی کے لیے کرایہ پر ایک گھر لیا ہے اس عورت کو دیں اور اسے ہدایت کریں کہ بھائی اور ماں کے ساتھ رہے اللہ بہتر فرمائے گا۔ مکان کا کرایہ وقت پر مالک مکان کو پہنچاتے رہنا اور اس مظلوم خاندان کو کہیں کہ ایک سال کے بعد آپ کو اپنا بندوبست خود کرنا ہوگا۔

باتیں اپنے عروج پر تھیں کہ شاہ جی کے خادم خاص نے عرض کی صبح آپ نے پڑھانا بھی ہے تھوڑا آرام کرلیں۔ شاہ جی نے آرام کیا کرنا تھا، تہجد کی چند رکعت ادا کیں اور وظائف و اوراد پڑھنے شروع کردیے۔ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ سراج منیر یا کسی دوسرے ساتھی نے شاہ جی کی مالش کی اور آپ سو گئے لیکن حیرت والی بات یہ تھی کہ حسبِ وقت شاہ جی دورہ تفسیر کی کلاس میں تشریف لے آئے۔ تفسیر القرآن کی جماعت میں جنرل (ر) طارق گیلانی، برگیڈیئر (ر) خالد، برگیڈیئر (ر) اختر نواز جنجوعہ، میجر نعمان اور کرنل (ر) مظفر بھی شریک ہوئے۔ اعلیٰ افسران، پروفیسرز حضرات اور علمائے کرام پر مشتمل کلاس کے سامنے شاہ جی نے دس اجزاء کی تدریس کے ساتھ ساتھ پانچ خطبات ارشاد فرمائے۔

قرأت، تدریس اور ترجمہ میں مفتی محمد لیاقت، پروفیسر رضوان انجم، علامہ محمد اکبر، پروفیسر سخی احمد خان، ڈاکٹر اظہر نعیم، اصغر منظور، قاری وقار رشید، قاری عدنان اور علامہ محمد اشرف نے تعاون اور مساعدت فرمائی۔ بابا جی محمد اسلم رونق محفل بنے رہے۔ دوران تدریس لوڈ شیڈنگ نے بھی امتحان لیا لیکن نعمتوں کی برسات شکر کا تقاضہ کرتی رہی اور قرآن سیکھنے کا شوق رکھنے والے باہمت اور باحوصلہ رہے۔ محفل میں سید ضیاء الحق جیلانی، سید مظہر سجاد گیلانی، سید اسرار احمد گیلانی دورہ میں مکرر شریک ہوئے۔

دلچسپی والی بات یہ ہے شاہ جی کے صاحبزادگان سید فیصل ریاض اور سید نعمان ریاض بھی عام لوگوں کے ساتھ دورۂ قرآن کی کلاس میں بلا ناغہ طالب علم بن کر حاضر ہوتے رہے۔ پانچ کی تعداد میں لوگوں نے گریجوائٹ نہ ہونے کے باوجود باقاعدگی سے دورہ پڑھا۔ محاضرات میں ڈاکٹر آصف ہزاروی نے بھی حصہ لیا۔ میرے والد گرامی حاجی محمد ایوب اور انکل ظہر بھی پڑھنے کے لیے حاضری دیتے رہے۔ ریٹائرڈ پولیس آئی جی حنیف بھی ایک دن تشریف لائے۔ انتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے دانشور حضرات دلجمعی سے قرآن سنتے رہے اور شاہ جی کی باتوں کو قلب و روح میں جگہ دیتے رہے۔ پڑھنے اور پڑھانے والے برابر امت مسلمہ کی ترقی اور ارتقاء کے اصول قرآن مجید سن کر مرتب کرتے رہے۔ ماحول خوبصورت تھا کوئی تنقید نہیں ہو رہی تھی۔ افکار عظیمہ کو سلاست اور سادگی کے ساتھ دلوں سے روحوں میں منتقل کیا جا رہا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ جی میر محفل تھے
لیکن چراغاں قرآنی افکار ہی کا تھا

بقیہ: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ"

علم تعبیر

خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اب میری زندگی کتنی رہ گئی ہے تو حضرت عزرائیل نے پانچوں انگلیاں اٹھا دیں اور جب تمام لوگ اس کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے تو خلیفہ نے امام صاحب سے تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی جانب اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اول قیامت کب آئے گی، دوم بارش کب ہوگی، سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے، چہارم کل انسان کیا کرے گا، پنجم موت کب آئے گی۔

شیخ بوعلی بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال کی قبر کے نزدیک سویا ہوا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اکرم ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک معمر شخص کو آغوش مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور مجھے حیرت زدہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابوحنیفہ ہے۔

آپ کا مقام

نوفل بن حبان بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ حساب کتاب میں مشغول ہیں اور حوض کوثر پر حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے اطراف بہت سے بزرگ کھڑے ہیں اور امام ابوحنیفہ لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ میں حضور کی اجازت کے بغیر کسی کو پانی نہیں دے سکتا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پانی دے دو چنانچہ امام صاحب نے مجھ کو ایک گلاس پانی دے دیا اور سیراب ہو کر پینے کے باوجود بھی پانی میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی، پھر میں نے امام صاحب سے تمام بزرگوں کے نام دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح آپ نے سترہ افراد کے نام بتائے جن کو میں انگلیوں کے پوروں پر شمار کرتا رہا اور بیداری کے بعد انگلیوں کے سترہ پورے بندھے ہوئے تھے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازی نے حضور اکرم ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ میں آپ کو کس جگہ تلاش کروں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کے پاس، چونکہ امام صاحب کے تفصیلی مناقب بیان کرنا بے حد مشکل ہیں اس لیے یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

مدینہ کی فلاحی ریاست

عصرِ رواں میں مدینہ کی فلاحی ریاست کا بڑا شہرہ ہے۔ سچی بات یہ ہے جو شخص نسیمِ مدینہ کے معطیٔ حیات ہونے پر یقین نہ رکھے وہ بدقسمت ہی تو ہوتا ہے لیکن جانِ رحمت ﷺ نے جو زندگیوں کے سمندر موجزن کئے وہ شعور کی یہ گہرائی رکھتے تھے کہ کائنات میں ثبات و دوام صرف منفعت بخش نظام سے عبارت ہے۔ ہر وہ کوشش، ہر وہ اقدام اور ہر وہ اہتمام دریائی جھاگ کی طرح مٹ جائے گا جس میں انتقام ہوگا، فریب ہوگا اور وہ صداقت سے محروم ہو گا۔ انسانی اور ایمانی سطح پر کم از کم اسلام کا یہ اٹل اصول ہے کہ انسانی منفعت کے مفاد میں بقا اور استحکام کی دولت میسر آتی ہے۔

ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (سورۃ الرعد:17)

’’جو لوگوں کو فائدہ دے زمین میں دیر تک بقا کی دولت پاتا ہے‘‘۔

دنیا میں تبدیلی کی سوچ اچھی سوچ ہے لیکن اس بات کو قلب و روح میں اچھی طرح اتار لیا جائے کہ مدینہ کی فلاحی ریاست صرف میکانکی نظام نہیں دیتی بلکہ اپنے دامنِ فکر میں وہ اعتقادی، عملی اور روحانی سرمایہ رکھتی ہے جس کا ادراک اس ریاست پر عقیدہ رکھنے والوں کے باطن کو روشن کر دیتا ہے۔ یہ کوئی انقلاب نہیں ہوتا جو اعتمادِ نفسی کو کچل کر ایک گندی تہذیب کے روبرو کر دے، جہاں تک ہم اس ریاست کی باطنیت کا ادراک کر سکے ہیں، اس میں صرف ظاہری اسباب کی تجمیع کافی نہیں تھی اصل تبدیلی داخلی تھی، نفسیاتی تھی، روحانی تھی اور اخلاقی تھی جس کی بنیاد پر کی جانے والی کوششیں اس وقت کی دنیا سے لے کر آج تک مقناطیسیت رکھتی ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت کیا چونکا نہیں دیتی:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیرو ما بانفسھم

’’بے شک جب تک کوئی قوم اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتی اس کی انقلابی کوششیں بار آور نہیں ہو سکتیں‘‘۔ (سورۃ الرعد:11)

گفتنی و ناگفتنی میں سے انتخاب

منجانب: پروپرائیٹرز: حاجی نصیر احمد، رانا پرویز احمد، محمد جاوید

عرفان مکینیکل انجینئرنگ ورکس نزد کوٹ لکھپت سٹیشن لاہور۔ فون 0321-4501316